وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا

اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو

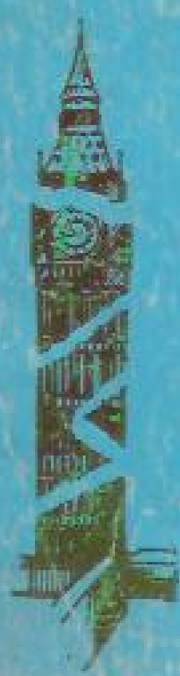
حبل اللہ

لا الٰہ (کوئی الٰہ نہیں یعنی کوئی داتا، دستگیر، مشکل کشا، حاجت روا، فریاد رس نہیں) الا اللہ (سوائے اللہ کے)

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ

وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ
تم ہی سربلند و سرفراز رہو گے، اگر تم مومن بن جاؤ (آل عمران)

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا
اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو









رحمٰن کے بندوں کا شعار

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا
سَلٰمًا ﴿٦٣﴾ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿٦٤﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا
عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿٦٦﴾ وَالَّذِيْنَ
اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ
اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ
يَلْقَ اَثَامًا ﴿٦٨﴾

رحمان کے (اصلی) بندے وہ ہیں جو زمین پر نرم چال چلتے ہیں اور جاہل ان کے منہ آئیں تو کہہ دیتے ہیں کہ تم کو سلام۔ جو اپنے رب کے حضور سجدے اور قیام میں راتیں گزارتے ہیں۔ جو دعائیں کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب، جہنم کے عذاب سے ہم کو بچا لے، اس کا عذاب تو جان کا لاگو ہے، وہ تو بڑا ہی برا مستقر اور مقام ہے۔ جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ بخل، بلکہ ان کا خرچ دونوں انتہاؤں کے درمیان اعتدال پر قائم رہتا ہے۔ جو اللہ کے سوا کسی اور معبود کو نہیں پکارتے، اللہ کی حرام کی ہوئی کسی جان کو ناحق ہلاک نہیں کرتے، اور نہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یہ کام جو کوئی کرے وہ اپنے گناہ کا بدلہ پائے گا



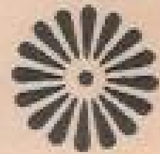
مدیرِ مسئول — ابو عبداللہ



نائب مدیر — طارق نسیم







مقام اشاعت و دفتر رابطہ
۲۵- سی - گلشنِ رفیع
ملیر کراچی - ۴۳

حبل اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ

کے بعد

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ

مالکِ کائنات کا صد ہزار شکر کہ لوگ اب حق و باطل اور خیر و شر میں تمیز کرنے لگے ہیں۔ وہ اکیلی آواز جو شرک و بدعات کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ۲۰ برس پہلے روشنی کی کرن بن کر نمودار ہوئی تھی۔ مالک الملک کی کرم نوازی سے اب ایک منظم تحریک کی شکل میں مینارِ نور بن چکی ہے۔

حق و صداقت کی متلاشی سعید روحیں کفر و شرک کی گندگی میں آلودہ معاشرے سے کٹ کر اس پاکیزہ دعوت کی طرف لپک رہی ہیں۔ جس طرح چودہ سو سال پہلے اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا والوں کو بلایا تھا اور جس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر (ہمارے ماں باپ قربان ہوں) گالیوں کی بوچھاڑ اور پتھروں کی بارش کی گئی تھی — ساحر و مجنون — بہکنے والی زبانیں — کاذب و کاہن — کہے گئے۔ وہ جو اس دعوتِ حق کے اٹھنے سے پہلے آپ ﷺ کے راستے میں آنکھیں بچھایا کرتے تھے، اب کانٹے بچھانے لگے! اس بات کے اعلان سے کہ اس کائنات کا مالک ایک ہے۔ وہی تمہارا رازق، داتا، دستگیر اور مشکل کشا ہے۔ وہ بانہیں جو کل تک گلے لگا لینے کے لئے کھلی جایا کرتی تھیں، اب گلا گھونٹنے کے لئے بڑھنے لگیں!

آخر یہ سب کچھ کیوں ہوا؟! اس لئے کہ اس کرۂ ارض پر جب بھی یہ کلمہ بلند کیا گیا — یَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ — تو چشمِ فلک نے یہی منظر دیکھا کہ اس کلمۂ خیر و برکت کو بلند کرنے والوں پر آبائی دین کے پجاریوں نے زمین تنگ کر دی — حق کی تبلیغ کرنے والوں کو طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں — ایسا کبھی بھی نہیں ہوا کہ اللہ کے کسی بندے نے اپنی قوم کو ایمان کی دعوت دی ہو اور وہ "آمنّا وصدّقنا" پکار اٹھی ہو۔

دنیا کی سب سے پہلی بگڑی ہوئی مسلمان قوم کے پیغمبر نوح علیہ السلام سے لیکر آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک دیکھ لیجئے، اللہ کے ہر فرستادہ کے ساتھ یہی کچھ ہوا ہے۔ آزمائشوں کی بھٹی میں تپائے گئے ہیں۔ تب کہیں جا کر کندن بنے ہیں اور ان کی دعوت رنگ لائی ہے۔

دراصل اس دعوتِ خیر کا فطری تقاضا یہی ہے — اگر آج بھی جوان مردوں کا کوئی گروہ اور شیرانِ بیشہ کی کوئی جماعت انبیاء علیہم السلام کے اس اعلیٰ مشن کو لے کر اٹھے گی اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چلے گی تو اسے بھی یہی نشانِ راہ ملیں گے اور انہی مقامات سے گزرنا ہو گا۔

دعوتِ توحید جتنے کھلے اور واضح انداز سے دی جائے گی، ادیانِ باطلہ پر اتنی ہی کاری ضربیں لگیں گی اور اتنی ہی شدید مخالفت اور آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کے سامنے اکابر پرستی اور شخصیتوں کے بجائے اپنے "دین" کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہو جائیں گے اور ہر وہ طریقہ اختیار کریں گے جس سے ان کے دینِ باطل کا بچاؤ ہوتا ہو۔ یہی وہ منزل ہے جہاں سے تواصی بالصبر کا عظیم الشان فریضہ شروع ہوتا ہے۔ ایک باشعور سچے مسلمان کے امتحان کا اصل وقت یہی ہے۔

اگر اللہ واحد کی بندگی کا بلاوا سن کر ہنسی اڑا دی جائے، پھبتیاں کسی جائیں، گالیوں کی بوچھاڑ ہو تو اس کا صرف ایک ہی جواب ہے جو مالک نے قرآن میں بتایا ہے۔ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ (الاعراف ۱۹۹) "نرمی و درگزر کا طریقہ اختیار کرو، معروف کی تلقین کئے جاؤ اور جاہلوں سے نہ الجھو۔"

یہ حق بات سن کر کہ بجائے اللہ جو ہم سب کا مالک ہے۔ وہی ہمارا مشکل کشا، غوث، داتا اور دستگیر ہے۔ سننے والوں کی بھنویں تن جائیں۔ اور پیشانیوں پر بل پڑ جائیں اور وہ غصے سے تلملا کر کاٹنے کی اس بات کا جواب پتھروں سے دیں تو ہمیں صبر کا دامن تھام کر کتاب اللہ پر عمل کرنا ہوگا۔ جس کا حکم ہے كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ "اپنے ہاتھ روکے رکھو" (النساء) نہ صرف یہ بلکہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ان کے لئے دعائے خیر کرتے جانا ہے کہ یہ تیرے ناسمجھ اور نادان بندے ہیں۔ انہیں اپنے دین کا فہم عطا فرما۔ انہیں توفیق دے کہ یہ تیرے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہدایت کو سمجھیں اور اس پر عمل کریں۔

اور اس کے ساتھ ہی ساتھ ہمیں اپنے لئے بھی اللہ سے دعا مانگنی چاہیئے کہ۔

- اے الٰہ العالمین! ہم تیرے ناتواں و عاجز بندے ہیں۔ جنہیں بس تیری خوشنودی کی طلب ہے۔
- مالک ہم بے سہاروں کو بس اک تیرا سہارا مطلوب ہے۔
- اے ہماری جانوں کے مالک! ہم پر اتنا ہی بار ڈالنا جتنا کہ ہم سہار سکیں۔
- اے مالک! ہم تیری ہی رضا کے جویا ہیں۔ تو ہمیں صبر و استقامت عطا فرما۔
- ہمیں توفیق دے کہ ہم تیرے دین کی راہ میں آنے والی ہر ابتلاء و آزمائش میں ثابت قدم رہیں۔
- اے اللہ! ہمیں بھی اپنے ان نیکوکار بندوں میں شامل فرما لے۔ جن سے تو نے اپنی جنتوں کا وعدہ کر رکھا ہے اور جو تیرے مغضوب نہیں ہیں۔

سوچ لیجئے! کہ اگر ہماری یہ سوچ اور یہی طرز عمل رہا تو یقیناً دنیا کے خود ساختہ جھوٹے پیمانوں کے لحاظ سے ہم ناکام ہیں۔ مگر اسی ناکامی میں ہماری کامیابی پوشیدہ ہے۔ ایسی کامیابی جسے ناکامی کا کبھی کوئی خطرہ نہیں۔

ابوعبدالمعز

۲۵ ربیع الثانی

۱۴۰۵ھ

عِلمُ القرآن

پہلی قسط

ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی

بہت سے ساتھیوں کی خواہش تھی کہ ڈاکٹر صاحب کے درسِ ہائے قرآن کے سینکڑوں کیسٹ جو اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے ہیں انہیں تحریری شکل میں محفوظ کر کے تسلسل کے ساتھ "حبل اللہ" میں شائع کیا جائے تاکہ وہ ساتھی بھی جن تک یہ کیسٹ نہیں پہنچ سکتے مستفیض ہو سکیں۔ قارئینِ کرام سے تسلسل کا وعدہ تو نہیں ہے۔ البتہ درسِ قرآن کے کیسٹ جیسے جیسے تحریری قالب میں ڈھلتے جائیں گے ہم انہیں "حبل اللہ" میں شائع کرتے رہیں گے۔ اس سلسلے میں سورۂ فاتحہ کا دیباچہ پہلی قسط کے طور پر حاضر ہے۔ ادارہ

اللہ کا شکر ہے کہ ہم قرآن کا درس سورہ والناس کے بعد اب پھر سے شروع کر رہے ہیں۔ جس طرح سے ترمذی کی روایت میں اللہ کے نبی صلعم نے ارشاد فرمایا تھا کہ قرآن کے سلسلے میں یہ نہ ہو کہ ایک مرتبہ تم نے قرآن پڑھ لیا ہے تو اس کے بعد پھر سمجھو کہ ہم نے سب کچھ سمجھ لیا ہے۔ اب ہمارے لئے ضرورت نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہے کہ ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ وہ ایک مسافر کی طرح ہے کسی منزل پر ذرا ٹھہرتا ہے اور اس کے بعد پھر چلدیتا ہے۔ تو اگر پورا قرآن اللہ کی توفیق سے کسی نے ہوش و حواس کے ساتھ، فکر و تدبر کے ساتھ پڑھ کر ختم کیا ہے تو پھر اس کو شروع ہو جانا چاہیے۔ کیونکہ یہ ہدایت کی وہ کتاب ہے کہ جس نے دنیا میں وہ انقلاب برپا کیا ہے۔ جس کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ہے۔

ایمان ہی نہیں، اس کتاب نے تو عبادات۔ معاملات۔ تمدن سیاست۔ تعلیم الپسند اور ناپسند غرض ہر چیز کو بدل ڈالا ہے اور اس کی تفسیر اور تبیین کی ہے اللہ کے آخری نبی صلعم نے چودہ سو برس گذرنے کے بعد اب تک اس کتاب کے اثرات ساری دنیا پر چھائے ہوئے ہیں۔ اس کا اندازِ بیان ایسا ہے کہ لبید بن ربیعہ الامری جنہوں نے اللہ کے نبی صلعم کا زمانہ بھی پایا ہے۔ اور جاہلیت کا زمانہ بھی۔ اور جن کے شعر کے ایک مصرع کو اللہ کے نبی صلعم نے خلود عطا فرما کر بخاری اور مسلم کی روایات میں داخل کر دیا۔

اور وہ مصرعہ ہے "اَلاکُلُ شئی ماخلا اللہ باطلٌ" کہ "ہر چیز اللہ کے علاوہ باطل ہے" اور حدیث یہ ہے کہ "اصدق کلمة قالها الشاعر کلمة لبید الا کل شئی ماخلا اللہ باطل۔ ترجمہ: تو سن رکھو کہ ہر چیز اللہ کے علاوہ باطل ہے"۔ اللہ کی اطاعت اس کی بندگی اس کا تذکرہ۔ اس کی بات، اس سے تعلق، بس یہی اصلی حقیقت رکھنے والی چیزیں ہیں۔ دوسرے سارے معاملات ثانوی حیثیت کے مالک ہیں۔ لبید کا عالم یہ تھا کہ عکاظ کا وہ میلہ جو ملک عرب میں اولمپکس کی حیثیت رکھتا تھا اور ہر سال منایا جاتا تھا۔ اس میلے میں پورے عرب کے لوگ سمٹ آتے تھے اور ہر فن میں مقابلہ ہوتا تھا کہیں شمشیر زنی ہو رہی ہے۔ تو کہیں تیر اندازی۔ کہیں نیزہ بازی کا مقابلہ ہے تو کہیں کشتی کا۔ کہیں خطابت کے جوہر بکھیرے جا رہے ہیں۔ کہیں شاعری کے۔ شاعری تو عرب کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی اس لئے اس کا مقام بہت بلند و بالا تھا۔ عربی شاعر وں

یہاں سے لبیدؓ نے جب اپنا قصیدہ عکاظ کے اس ماحول میں شعراء عرب کے سامنے پڑھا تو سب پکار اُٹھے کہ تم شاعری کے خدا ہو اور پھر ان کے سامنے سجدہ میں گر گئے۔

اس وقت عربوں میں شاعری کی یہ قدر و منزلت تھی کہ شاعروں کے نادر کلام کو وہ خانۂ کعبہ میں لٹکا دیتے تھے اور تاریخ عرب میں اس طرح کے سبعہ معلقات بہت مشہور ہیں اور آخری معلقہ لبیدؓ کا ہے۔ مراد یہ ہوتی تھی کہ ساری دنیا آئے اور حج کے موقع پر اس کو پڑھے اور سنے اور عش عش کرے۔ تو یہ لبید جن کو ان کے زمانے کے سارے شاعروں نے شاعری کا معبود مان کر ان کے سامنے سجدہ کیا تھا۔ ان کا حال یہ ہو گیا کہ جب وہ ایمان لائے۔ اس کے بعد انہوں نے کوئی شعر نہیں کہا اور کہا کہ سورۂ بقرہ کے نازل ہو جانے کے بعد اب شاعری کا کیا مقام باقی رہا ہے اس کے سامنے شاعری کیا آنکھ اٹھا سکتی ہے۔ یہ پروردگار کا کلام ہے اور اللہ ساری زبانوں کا جاننے والا خالق و مالک اپنے مضمون کو اپنے انداز سے بیان کرتا ہے۔ عربوں کا یہ قاعدہ تھا کہ ایک چھوٹی مختصری بات کہتے تھے اور اپنے سننے والے پر اعتماد کرتے ہیں کہ جو خلا چھوڑ دیا گیا ہے یہ اس کو خود ہی پر کر لے گا۔ عربی زبان اور اس کا ادب نادانوں اور ناسمجھوں کے لئے نہیں ہے۔ پروردگار کہ سارے ادیبوں کا خالق ہے اس کے ادب کا کیا مقام ہو گا۔ یہ اندازہ لگائیے۔ اللہ کے کلام سے اگر کوئی ہدایت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ تو اس کے لئے چند چیزیں ضروری ہیں۔ سب سے پہلی بات تو یہ کہ وہ یہ سمجھے کہ یہ انسانی کلام نہیں ہے یہ اس کا فرمان۔ اس کا بیان اور اس کا کلام ہے۔ جس نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ ساری کائنات کی تخلیق فرمائی ہے۔ خیر و شر سے وہ واقف ہے۔ انسان کی کس چیز میں خیر ہے۔ وہی اس کا جاننے والا اور رہنمائی کرنے والا ہے اور یہ کہ سارا قرآن انسان ہی سے بحث کرتا ہے۔

پہلی چیز تو یہ ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اس سے ہدایت کے لئے رجوع کرے۔ یہ نہ ہو کہ اپنے کسی خاص مقصد کو پورا کرنے کے لئے کسی خاص نظریئے کو ثابت کرنے کے لئے قرآن کو استعمال کرے بجائے اس کے کہ قرآن پر عمل کرے۔ قرآن کو وہ مجبور کرے کہ اس کے راستے پر اس کی مرضی کے مطابق آ جائے۔ آج دنیا میں ہر جگہ یہی ہو رہا ہے مسلمان امت کے اندر جو مختلف گمراہیاں اور فرقے پیدا ہو گئے ہیں۔ انہوں نے قرآن کی تاویلیں کی ہیں اور ایسی تاویلیں جو ان کے مقاصد کے مطابق ضرور ہیں لیکن وہ قرآن کی باتیں نہیں۔ اس کے بعد یہ بھی ضروری ہے کہ اللہ کا بندہ دل میں عزم کر کے۔ قرآن کی طرف پلٹے کہ اگر میرے اندر میرے خیالات اور عقائد میں میرے معاملات اور میری کسی چیز میں بھی کوئی ایسی چیز ہے جو قرآن کے خلاف ہے تو میں اس کو یدلتے سے پرہیز کروں گا۔ اور قرآن کی چیز کو اختیار کروں گا۔ چاہے وہ میرے جذبات پر گراں اور میری دنیا کو اس سے نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو۔ اسی طرح سے جب کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو اپنی پوری کوشش کر دیکھے۔ پروردگار نے اگر اس کے دل میں صحیح معنوں میں ایمان اتار دیا ہے تو یہ قرآن ایسی کسوٹی ہے کہ انشاء اللہ بات کھل کر سامنے آ جائے گی۔ جلدی نہ کرے، لگا رہے تدبر اور سوچ بچار اور اللہ سے رہنمائی کے لئے دعائیں کرتا رہے۔ پروردگار اس کو راہ دکھا کر رہے گا قرآن کی باتیں کھل کر سامنے آ جائیں گی۔

یہ جو سورۂ فاتحہ کہلاتی ہے۔ ام الکتاب جس کا نام ہے۔ "سبع من المثانی" جس کو کہا جاتا ہے۔ اس کے اندر پروردگار نے ان تینوں مضامین کو جو جوہری اور بنیادی ہیں۔ توحید، آخرت اور رسالت، ان تینوں کو چند مختصر الفاظ میں سمو دیا ہے۔

یہی وہ سورۃ ہے کہ نماز میں جس کے پڑھنے نہ پڑھنے میں شدید اختلافات ہوئے ہیں کہ یہ سورۃ ہر رکعت میں امام پر اور اگر جماعت ہو تو مقتدی پر بھی لازم ہے یا نہیں اور دوسرا اختلاف یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم " سورت کی ایک آیت ہے یا نہیں اور اگر یہ ایک آیت ہے۔ تو اس کو جہری قرأت میں آواز کے ساتھ پڑھنا واجب ہے یا نہیں۔ امام شافعی کا کہنا یہ ہے کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ کا جزو ہے اس لئے جب امام جہری قرأت کرے تو آواز سے یہ بھی پڑھے۔ یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ رب العالمین۔ دوسرا گروہ مسلم کی ایک حدیث لاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ بات صحیح نہیں۔ یہ بسم اللہ الرحمن الرحیم جیسے عام سورتوں کی ایک نشانی ہے۔ اسی طرح سورۃ فاتحہ کی بھی مسلم کی روایت میں حضرت ابوہریرہؓ کا قول آتا ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "قسمتُ الصلوٰۃ بَیْنِی وَبَیْنَ عَبْدِی نِصْفَیْن" کہ میں نے صلوٰۃ (جس سے مراد سورۃ فاتحہ لی گئی ہے۔ کیونکہ آگے کا مضمون یہی رہنمائی کرتا ہے) اپنے اور اپنے بندے کے درمیان آدھا آدھا تقسیم کر دیا ہے۔ واذا قال عبدی الحمد للہ رب العالمین۔ قال اللہ تعالیٰ حمدنی عبدی۔ تو یہ حدیث امام شافعی کا جو کہنا ہے۔ اس کے خلاف پڑتی ہے۔ کیونکہ اگر یہ سورۃ فاتحہ کی

ایک آیت ہوتی تو نبی صلعم کیوں فرماتے کہ الحمد للہ رب العالمین کہتا ہے۔ تب مالک فرماتا ہے کہ حمدنی عبدی۔ ورنہ کہتے کہ جب بندہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہتا ہے، تب کچھ بات بنتی۔ اسی طرح انس بن مالکؓ کی روایت آتی ہے۔ بخاری، مسلم میں کہ نبی صلعم جب قرات شروع کرتے تھے تو سورۃ فاتحہ کے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آواز کے ساتھ پڑھتے تھے۔ سورۃ فاتحہ کے بعد جب دوسری سورت ملانے لگتے تھے۔

اسی طرح حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں (بخاری و مسلم) کہ نبی صلعم جب نماز شروع کرتے تو الحمد للہ سے شروع کرتے تھے۔ لیکن بعض حضرات بخاری و مسلم کی حدیثوں کو چھوڑ کر ترمذی کی ایک کمزور روایت پر عمل کرتے ہیں اور جہری نمازوں میں تعوذ اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو آواز کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

دوسری اختلافی بات یہ ہے کہ اس کو امام اور مقتدی ہر ایک کو پڑھنا ضروری ہے یا صرف امام پڑھے گا۔ تو ایک گروہ کہتا ہے کہ اگر امام پڑھ رہا ہے، چاہے سری جماعت ہو چاہے جہری تو مقتدیوں پر لازم نہیں ہے اور وہ اپنی حمایت میں حضرت زید بن ثابتؓ کا فتویٰ جو مسلم "باب سجود التلاوۃ" میں لاتے ہیں کہ جب کوئی شخص امام کے پیچھے ہو تو اس کے لئے کوئی قرات نہیں ہے چاہے فاتحہ ہو یا غیر فاتحہ۔

اسی طرح امام کے پیچھے قرات نہ کرنے کے جواز میں جابرؓ کا فتویٰ ہے کہ اگر کسی نے ایک رکعت بھی پڑھی اور اس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو اس نے نماز نہیں پڑھی۔ الا یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو۔ (موطا امام مالک اور ترمذی۔ ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔)

اب دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ جہری نمازوں میں اگر امام آواز کے ساتھ پڑھ رہا ہے تو کیا مقتدی کو بھی پڑھنا چاہیے۔ اور اگر پڑھنا چاہیے تو کس وقت پڑھے۔ تو ایک گروہ امام بخاری کا فیصلہ لاتا ہے کہ یہ امام اور مقتدی کے اوپر سری اور جہری سب میں واجب ہے۔ دوسرا گروہ اس کا جواب دیتا ہے کہ امام مسلم باب التشہد میں ابو موسیٰ اشعریؓ کی حدیث لاتے ہیں۔ جس کے اندر یہ ہے آپؐ نماز سکھا رہے ہیں اور بتاتے ہیں کہ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو ربنا لک الحمد یا ربنا ولک الحمد کہو۔ وہ رکوع میں جائے تو اس کے بعد تم رکوع میں جاؤ۔ اسی طرح سے سمجھاتے سمجھاتے فرمایا کہ جب امام قرات کر رہا ہو تو فانصتوا (تو چپ رہو)

دوسرے حضرات اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ ہم سورۃ فاتحہ اس لئے ہر رکعت میں پڑھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک نماز جہری کے ساتھ پڑھا رہے تھے اور آپؐ کو الجھن پیش آتی۔ نماز ختم کرنے کے بعد آپ نے دریافت کیا کہ کون میرے پیچھے قرات کر رہا تھا۔ صحابہؓ نے کہا کہ ہم لوگ قرات کر رہے تھے۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ۔

لا تفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب (جہری قرات میں سورۃ فاتحہ کے علاوہ کچھ نہ پڑھو)۔ لیکن اس روایت پر اعتراض یہ ہے کہ اس میں محمد بن اسحاق کا تفرد ہے۔ اور اس کو دجال اور کذاب کہا گیا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور اس بات کو بیان نہیں کرتا۔ اس پر دوسرا الزام یہ ہے کہ وہ مدلس ہے اور مدلس کی "عن" سے روایت ناقابل قبول ہے اور اس روایت میں محمد بن اسحاق "عن" سے روایت کرتا ہے اور اسی طرح کا ایک واقعہ ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا کوئی ابھی میرے ساتھ قرات کر رہا تھا تو ایک صحابیؓ نے اقرار کیا کہ میں پڑھ رہا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسی لئے میں کہتا تھا کہ قرآن کے سلسلے میں یہ تنازع مجھ سے کیسے ہو رہا ہے۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ پھر صحابہ کرام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرات کرنے سے (جب آپؐ آواز کے ساتھ قرات کر رہے ہوتے تھے) رک گئے جب آپؐ کا یہ ارشاد سنا۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ ہم جہری نمازوں میں امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کے وقفات میں یہ سورۃ پڑھتے ہیں۔ لیکن الحمد للہ رب العالمین اور دوسری آیات کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنے لمبے وقفات ثابت نہیں ہیں۔ جن میں مقتدی سورۃ فاتحہ کی آیات امام کے بعد اس کی خاموشی کی حالت میں پڑھ سکے۔ اور اگر اس طرح کوئی سورۃ فاتحہ پڑھے گا تو "غیر المغضوب علیہم ولا الضالین" کے بعد جب امام آمین کہے گا تو مقتدی کو ابھی یہ (آیت) پڑھنا باقی ہے۔ اس لئے وہ کبھی بھی امام کی آمین کے ساتھ آمین نہ کہہ سکے گا اور اس طرح وہ اس ثواب سے محروم رہے گا۔ جس کے متعلق بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے کہ جو شخص امام کی آمین اور اس پر فرشتوں کے آمین کہنے پر ان کی مطابقت میں آمین کہے گا اس کے پرانے گناہ معاف ہو جائیں گے۔



نذر و نیاز

محمد رمضان آرائیں : شیخوپورہ

نذر (عربی) اور نیاز (فارسی) دو الفاظ مترادف معنی کے حامل اور اردو زبان میں ایک ہی مفہوم ادا کرتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی کسی مراد کے پورا ہونے پر ایسے مالی خرچ یا بدنی خدمت کو اپنے اوپر لازم کرلے جو اس کے ذمے فرض نہ ہو۔ اگر اس شخص کی یہ مراد کسی حلال اور جائز امر کی ہو اور خالص اللہ سے مانگی گئی ہو اور اس کے بر آنے پر جو عمل کرنے کا عہد اس نے کیا ہے وہ اللہ ہی کے لئے ہو تو ایسی نذر اللہ کی اطاعت میں ہے اور اس کا پورا کرنا قسم کی طرح لازم ہے۔ لیکن اگر صورت حال اس کے برعکس ہو اور اس کی نسبت اللہ کے سوا اس کی مخلوق سے کی گئی ہو یا اللہ کے علاوہ اس کی کسی مخلوق کی خوشنودی مطلوب ہو اور اس کی ادائیگی کے لئے کسی خاص گھر یا مقام یا آستانے کا تعین بھی ہو تو یہ ناجائز اور اللہ کے حق پر دست درازی کے مترادف ہے۔ اس طرح کی نذر و نیاز حرام اور شرک ہے۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کی بدنی اور مالی عبادات کو اپنی ذات کے لئے مخصوص رکھا ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ۚ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝

"کہہ دیجئے کہ میری نماز (بدنی عبادت) میری قربانی (مالی عبادت) میری زندگی اور میری موت سب کچھ صرف اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا (اللہ کی طرف سے) حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے سر تسلیم خم کرنے والا ہوں۔" (الانعام: ۱۶۳-۱۶۲)

ظاہر ہے کہ نذر و نیاز شکر گزاری کا اظہار ہے۔ جب تنہا اللہ ہی دینے والا اور مرادوں کا بر لانے والا ہے تو پھر وہی ایک ذات شکر و سپاس کی سزاوار ہے۔

اس لئے آج جو کچھ غیر اللہ کے لئے ہو رہا ہے۔ مثلاً پیر صاحب کا بکرا، فلاں حضرت کی گائے اور بیل۔ خواجہ خضر کے نام پر دیا جانے والا خاص رنگ کا مرغ۔ گیارہویں شریف کے نام سے پکنے والی دیگیں اور ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو دیا جانے والا دودھ۔ رجب کے کونڈے۔ محرم کے شربت اور حضرت حسینؓ کے نام پر لگائی جانے والی سبیلیں نیز مختلف مزاروں اور آستانوں پر مرے ہوئے بزرگوں اور باباؤں کی قربت اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دی جانے والی رقوم۔ کھانے پینے کی اشیاء اور چڑھاوے سب غیر اللہ کی نذر و نیاز میں شامل ہیں۔ قرآن و حدیث کی رو سے یہ سب کچھ شرک کے زمرہ میں آتا ہے اور اس کا کھانا پینا حرام و نجس بتایا گیا ہے۔ چنانچہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۷۳ میں ارشاد ہوتا ہے۔ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ ۚ

ترجمہ: بے شک تم پر حرام کیا گیا۔ مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور ہر وہ چیز جس کو غیر اللہ کے نام منسوب کر دیا گیا ہو۔

اس آیت میں وَمَآ اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ کا ترجمہ وضاحت طلب ہے۔ اُھِلَّ کہتے ہیں آواز لگائے جانے کو۔ یعنی ہر اس چیز کا کھانا حرام قرار دیا گیا ہے۔ جس کی نسبت، دیتے وقت یا دینے سے پہلے اللہ کے علاوہ کسی اور سے کر دی گئی ہو کہ یہ چیز فلاں پیر صاحب یا بزرگ کے لئے ہے۔ ان کے نام کی ہے یا ان کو خوش کرنے کے لئے دی جا رہی ہے۔ گویا اس کا اطلاق اس جانور کے گوشت پر بھی ہوتا ہے۔ جسے اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو چاہے ذبح کرتے وقت تکبیر اللہ کے نام ہی کی پڑھی جائے اور اس کھانے پر بھی ہوتا ہے جو غیر اللہ کے نام پر بطور نذر کے پکایا جائے یا کوئی اور چیز جو اس طرح دی جائے۔ چنانچہ وَمَآ اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ کا یہ ترجمہ کہ "اس جانور کا گوشت جس پر ذبح کرتے وقت اللہ کے سوا کسی اور کا نام پڑھا جائے یا لیا جائے" اور اس ترجمے کی مطابقت میں عوام الناس میں پایا جانے والا عام تصور غلط ہے۔ کیونکہ اس ترجمے کی رو سے صرف ایسے جانور کے

گوشت کے علاوہ جس پر ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ (یہ بھی حرام ہے) باقی سب چیزیں حلال متصور ہوتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جانور ہو یا غلہ یا اور کوئی چیز سب کا مالک اللہ ہے۔ اللہ ہی وہ چیزیں ہم کو عطا کرتا ہے لہٰذا اعتراف نعمت یا صدقہ یا نذر و نیاز کے طور پر اگر یہ چیزیں دی جا سکتی ہیں تو صرف اللہ ہی کے نام پر دی جا سکتی ہیں۔ اس کے سوا کسی اور نام پر یہ چیزیں یا ان کا نام لینے کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم اللہ کے بجائے یا اس کے ساتھ اس کی بالاتری بھی تسلیم کر رہے ہیں۔ اس کی عطا میں ان کا بھی حصہ مانتے ہیں یا ان کو بھی منعم سمجھتے ہیں۔

غیر اللہ سے مراد وہ تمام ہستیاں ہیں جن کو لوگ اللہ کے سوا حاجت روائی، مشکل کشائی، فریاد رسی یا شفاعت کے لئے پکارتے ہیں۔ جن کے متعلق ان کا عقیدہ ہے کہ یہ مرنے کے بعد ان کی پکاروں اور دعاؤں کو سنتے ہیں یا ان کو نفع نقصان پہنچا سکتے ہیں یا ان کی دعاؤں کو اللہ تک پہنچانے اور سفارش کرنے کی قدرت رکھتے ہیں اور اس طرح ان کو اللہ کی صفات، اس کے حقوق و اختیارات میں شریک کر لیا جاتا ہے۔ اولاد، روزگار اور دیگر فوائد کے حصول اور مصیبتوں کو ٹالنے کے لئے نیز ان سے اپنی نسبت کے اظہار کے طور پر بھی ان کے نام کی نذریں اور منتیں مانی جاتی ہیں یا ان کے وسیلے اور واسطے سے اللہ کے نام پر کچھ دیا جاتا ہے کہ یہ اللہ سے سفارش کر کے بات منوا لیں گے۔ اسی لئے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ہر ایسی چیز جو غیر اللہ کے نام سے دی جاتی ہے، چاہے وہ کسی بھی شکل میں ہو، حرام قرار دی ہے۔ اللہ کے علاوہ کسی اور کی نذر و نیاز اس کی عبادت بہت بڑا شرک ہے۔

سورۃ مائدہ کی آیت نمبر ۳ میں ارشاد ہوتا ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ

ترجمہ: "تم پر حرام کئے گئے ہیں، مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جو (جانور) غیر اللہ کیلئے نامزد کر دیا گیا ہو اور جو گلا گھٹنے سے مر جائے اور جو کسی ضرب سے مر جائے اور جو گر کر مر جائے اور جو کسی ٹکر سے مر جائے اور جس کو درندے نے پھاڑا ہو۔ سوائے اس کے جس کو تم نے زندہ پا کر ذبح کر ڈالا۔ اور جو کسی آستانے پر ذبح کیا جائے اور یہ کہ تقسیم کرو بذریعہ قرعہ کے تیروں کے"

اب یہاں ایک اور قید لگا دی گئی کہ کسی آستانہ پر ذبح کیا ہوا جانور بھی حرام ہے خواہ اس پر ذبح کرتے وقت اللہ کا نام ہی کیوں نہ لیا جائے۔ نصب کا لفظ استعمال ہوا ہے اس سے مراد وہ سب مقامات ہیں جن کو غیر اللہ کی نذر و نیاز چڑھانے کے لئے لوگوں نے مخصوص کر رکھا ہو۔

حدیث رسول ﷺ: عن علی رضی اللہ عنہ قال حدثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ (رواہ مسلم)
کے بموجب اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے جانور ذبح کرے۔ (رواہ مسلم)

سورۃ نحل کی آیت نمبر ۵۶ میں فرمایا۔

وَيَجْعَلُونَ لِمَا لَا يَعْلَمُونَ نَصِيبًا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ ۗ تَاللّٰهِ لَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُونَ ۝

"اور یہ لوگ ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے ان کا حصہ نکالتے ہیں جن کے متعلق ان کو کچھ علم نہیں۔ قسم ہے خدا کی تم سے تمہاری افترا پردازیوں کی ضرور باز پرس ہوگی۔" یعنی اللہ کے سوا دوسروں (غیر اللہ) کی نذر و نیاز اور بھینٹ چڑھانے کے لئے اپنی آمدنیوں، مویشیوں اور زمینوں کی پیداوار میں سے مخصوص حصہ علیحدہ کر دیتے ہیں حالانکہ اپنے اس عمل کے سلسلے میں ان کے پاس کوئی مستند ذریعہ علم موجود نہیں ہوتا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ کچھ اور ہستیوں کو بھی اپنے اختیارات اور حقوق میں شریک کر رکھا ہے۔ مالک نے ان کے اس عمل کو اپنے اوپر افترا پردازی سے تعبیر فرمایا ہے اور اس کی جوابدہی کی شدید وعید سناتا ہے۔ لیکن یہ مالک سے ایسے بے خوف اور اپنے حضرات پر ایسے فریفتہ ہیں کہ ان کو ذرا بھی احساس نہیں ہوتا۔

اس سے پہلے کی تین آیات (۵۳ تا ۵۵) میں ان کی احسان ناشناسی کا نقشہ اس طرح کھینچا گیا ہے۔

وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَإِلَيْهِ تَجْأَرُونَ ۝ ثُمَّ إِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ۝ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ فَتَمَتَّعُوا فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝

تم کو جو بھی نعمت حاصل ہے اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ پھر جب کوئی سخت وقت تم پر آتا ہے تو تم لوگ خود اپنی فریاد لیکر اسی کی طرف دوڑتے ہو۔ مگر جب اللہ اس وقت کو ٹال دیتا ہے تو یکایک تم میں سے ایک گروہ اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو (اس مہربانی کے شکریے میں) شریک کرنے لگتا ہے۔ تاکہ اللہ کے احسان کی ناشکری کرے۔ اچھا مزے کر لو۔ عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا۔" گویا کسی مراد کے پورا ہونے یا مصیبت کے ٹلنے کے فوراً بعد ہی ان کے طرز عمل (غیر اللہ کے نذرانوں اور چڑھاووں کی صورت میں)

باقی صفحہ (۳۸) پر

میں کیسے مسلمان ہوا ——!

"بھائی! تم جذبات کو قابو کر کے کہا مانو تو پھر ہم بات کریں گے۔" "نہیں پہلے آپ یہ ثابت کریں کہ یہ کیا کیسے حرام ہے؟ یہ ایک دو مرتبہ کی بات نہیں آپ حضرات بس رٹ لگائے رکھتے ہیں کہ اسلام یہ کہتا ہے، فلاں چیز حرام ہے، فلاں بدعت ہے۔ آخر یہ فتویٰ دینے کا اختیار آپ کو کس نے دیا ہے؟" "اچھا بھئی آپ لوگ باتیں کرتے رہیں اور میں کھانا صاف کرتا ہوں پھر فیصلہ کیا جائے گا کہ کھانا حرام تھا یا حلال؟" یہ میرے قریبی ساتھی صدیق کی آواز تھی۔

پہلے میں اپنا تعارف کرا دوں، میرا نام رشید خان ہے اور بعض حضرات مجھے رشید حسرت کے نام سے پکارتے ہیں، میرا تعلق راولاکوٹ ضلع پونچھ کے مشہور قبیلے سدوزئی سے ہے جس کو عام طور پر سدھن بھی کہا جاتا ہے۔

یہ ان دنوں کی بات ہے کہ جب میں سروس اور تعلیم کی غرض سے کراچی آیا ہوا تھا اور گیزی کینٹ میں ایک پرائیویٹ ادارے سے وابستہ تھا۔ میرے ساتھ ایک دوست صدیق تھا جو کوہستان کا ساتھی ہے اور تیسرے فرد شریف صاحب تھے جن کو ہم عام طور پر مولانا کہا کرتے تھے کیونکہ وہ تقریباً چوڑی داڑھی رکھتے تھے اور پرہیزگار بھی تھے۔ مذکورہ کھانا ہمارے سیٹھ نے بھیجا تھا۔ وہ ہر ماہ کی گیارھویں بڑے اہتمام سے کیا کرتا تھا اور ہمارے لیے لازمی بھیجا کرتا تھا۔ اس دن بھی کھانا آیا تھا اور ہم بیٹھے کھا ہی رہے تھے کہ مولانا شریف صاحب تشریف لے آئے۔ میں نے ان کو ساتھ شریک ہونے کی دعوت دی جس پر مولانا صاحب چراغ پا ہو گئے اور کہنے لگے "مجھے تم سے یہ توقع نہ تھی کہ حرام کھانا تم خود بھی کھاؤ گے اور مجھے بھی اس کی دعوت دو گے۔" اب قارئین آپ ہی فیصلہ کریں کہ مجھے تو غصہ آنا ہی چاہیے تھا۔ کیونکہ میں ایک ترقی پسند تنظیم سے تعلق رکھتا تھا۔ جس کے نظریات میں مذہب کو ثانوی چیز سمجھا جاتا ہے اور پھر میرا گھریلو ماحول بھی زیادہ مذہبی نہیں ہے مگر بات مذہب کی نہیں میری مخلصانہ پیشکش کے جواب میں کہی جانے والی بات کی تھی۔ خیر جب کھانا کھا چکے تو مولانا نے سورہ البقرہ کی ان آیات کی تلاوت فرمائی۔ جس کا ترجمہ ہے "بے شک تم پر اللہ نے حرام کیا ہے مردار، خون، سور کا گوشت اور وہ چیز (کھانا) جس کو اللہ کے علاوہ کسی اور سے منسوب کر دیا جائے۔" میں نے کہا "بھائی مولانا میں سمجھ گیا کہ مسلمانوں پر خون، مردار اور خنزیر وغیرہ کھانا حرام ہے مگر یہ غیر اللہ سے منسوب چہ معنی؟" تو مولانا شریف صاحب نے اس کی مزید تفسیر بیان کرتے ہوئے کہا "مشرکین عرب غیر اللہ کی نذر و نیاز کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اے لات یا اے منات میرا فلاں کام کر دے تو میں تیرے نام کا بکرا دوں گا یا اونٹ وغیرہ .... اسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ سے منسوب قرار دے کر حرام کہا ہے۔"

میں نے کہا "بھائی یہ تو بت تھے اور ان بتوں سے منسوب ان کے چڑھاوے ہی حرام قرار دیے گئے ہیں اس میں تو کہیں بھی گیارھویں کی نیاز کا ذکر ہی نہیں۔"

شریف صاحب گویا ہوئے "حضرت یہ صرف بت ہی نہیں تھے بلکہ صحیح حدیث و تاریخ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ سب بڑی برگزیدہ ہستیاں اور اولیا تھے مثلاً نوح کی قوم کے بزرگ ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر وغیرہ جن کو ان کی قوم اللہ کے ساتھ شریک گردانتی تھی۔ عرب میں بھی بتوں کی شکل میں پوجے جاتے تھے اور ابن عباس کا بیان ہے کہ "لات" اور "منات" نبی کی بعثت سے قبل نیک آدمی گزرے تھے یہ حاجیوں کو ستو پلایا کرتے تھے۔ ان کے مرنے کے بعد عربوں نے ان کی قبر تعمیر کر دی اور پھر بعد میں وہاں مجمع لگنے لگا حتیٰ کہ ان کے بت بنا کر پوجے جانے لگے۔ ان ہی سے دعائیں مانگنے لگے اور اگر ان مشرکین کا کوئی کام ہو جاتا تو کہتے کہ یہ ہمارے لات بابا کا کام ہے۔ غرض یہ کہ اس طرح انھوں نے سینکڑوں حاجت روا اور مشکل کشا بنا لیے تھے جن سے وہ وہی معاملہ کرتے اور وہی توقعات رکھتے جو صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ آج کل اسی طرح ہماری قوم نے بھی فرض کر لیا ہے کہ یہ ہمارے مشکل کشا ہیں۔ تمام مشکلوں کو حل کرتے ہیں۔ یہ داتا ہیں جو جھولیاں بھر بھر کر دیتے ہیں اور غوث کا تو پوچھنا ہی کیا وہ ہر فریادی کی فریاد رسی کرتے ہیں ان ہی کے نام کی گیارھویں کی جاتی ہے کہ جس کا کھانا ابھی تم کھا چکے ہو۔ خود ہی فیصلہ کرو کہ مالک کائنات کا ہمارے اوپر تو بڑا احسان ہے ہم اس کا شکر ادا کرتے اس کی بندگی اور اس کی راہ میں صدقات و خیرات کرتے۔ لیکن جو یہ ہستیاں ہیں ان کا تمہارے اوپر کیا احسان ہے کہ جس کا بدلہ تم ان کی نذر و نیاز کی شکل میں ادا کرتے ہو۔ اور پھر مالک تو وہی عظیم ذات ہے جو داتا بھی ہے رزاق بھی ہے۔ اگر کوئی مشکل در پیش ہو تو وہی اس کو دور کر سکتا ہے۔ کوئی پریشانی لاحق ہو تو مالک ہی اس کو ختم کر سکتا ہے۔ کسی دوسری ہستی کو چاہے وہ کتنی ہی برگزیدہ اور مقدس کیوں نہ ہو اس کے نظام میں شرکت کا یارا نہیں۔ لہٰذا یہ تمام رسومات بندگی بھی اللہ ہی کے لیے ہونی چاہئیں نہ کہ غیر اللہ کے لیے۔ مولانا شریف صاحب نے چند اور آیات قرآنی اور احادیث نبوی سنائیں اور مجھے قرآن و حدیث کا مطالعہ کرنے کی نصیحت کی۔

میں نے سوچا کہ شاید مولانا صاحب وہابی یا دیوبندی ہوں گے اور یہ لوگ مجھے بھی کچھ لگتے ہیں اور یہ بریلوی یا پیر فقیر تو سب فرائض مسلم ہوتے ہیں، لیکن میں اس فیصلے پر زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہ سکا کیونکہ پھر ایک دن ہماری محفل میں شریف صاحب نے واقعہ کربلا پر گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ بخاری شریف میں نبی اکرم ﷺ نے پیشین گوئی کی ہے کہ قیصری امت کا وہ پہلا لشکر جو قیصر کے دارالخلافہ (قسطنطنیہ) پر حملہ کرے گا وہ بخشا بخشایا ہے۔ بخاری کی شرح لکھنے والے بیان کرتے ہیں کہ اس لشکر کے سپہ سالار یزید بن معاویہؓ تھے اور مختلف تواریخ صحیحہ سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ اس جنگ میں کبار صحابہ نے امیر یزید کی سرکردگی میں اس معرکہ میں شرکت فرمائی اور اسلامی لشکر نے فتح بھی کیا اور تمام نمازیں امیر یزید کی اقتدا ہی میں ادا کی جاتی رہیں اس لشکر میں علیؓ کے صاحبزادے حسینؓ اور حسنؓ بھی شریک رہے۔ یہ معرکہ دور معاویہؓ میں وقوع پذیر ہوا اس کے بعد یزید کا دور خلافت شروع ہوا تو تمام مسلمانوں نے بیعت کر لی جس میں عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن جعفر طیارؓ بھی کہ بالترتیب حسینؓ کے چچا اور چچا زاد بھائی ہیں شامل تھے۔ اور عبداللہ بن جعفر طیارؓ کے گھر میں حسینؓ کی بہن زینبؓ بھی موجود تھیں مگر ان لوگوں نے معرکہ کربلا میں حسینؓ کا ساتھ نہیں دیا بلکہ آخر وقت تک انھیں جانے سے روکتے رہے۔"

یہ سن کر مجھے وہابیوں اور دیوبندیوں پر بھی شک ہوا۔ مولانا سے پوچھا کہ یہ تو متفقہ فیصلہ ہے کہ یزید کافر فاجر اور فاسق تھا اور پھر اس وقت جو مختلف گروہ ایک دوسرے کے دشمن ہیں ان دلائل کو شیعہ اور بریلوی حضرات کے سامنے کیوں نہیں لاتے؟ یہ آیات اور احادیث صرف آپ ہی کو کیسے نظر آئیں اور یہ جو بڑے بڑے عالم اور مفکر حضرات ہیں کیوں کر خاموش

ہیں؟ مولانا صاحب نے جواب دیا کہ بھائی یہ مولویوں کے پیٹ کا معاملہ ہے اس میں تمام مسائل کا خمیر کہ مفاد ہے اسی لیے ایسے تمام مسائل سے عوام کو آگاہ نہیں کیا جاتا۔ ان سب کی آپس میں چاہے کتنی ہی سخت دشمنی کیوں نہ ہو یہ کبھی بھی راز افشا نہیں کرتے کہ [illegible] آگ اہوں کا کھانا، بی بی کی صحنک، رجب کے کونڈے، گیارھویں کا ختم، مرنے والے کا تیجہ اور چالیسواں ان سب چیزوں کی دین میں کوئی حیثیت نہیں، بلکہ یہ تمام باتیں شرک و بدعات ہیں اور قرآن "الشرک لظلم عظیم" "شرک ظلم عظیم ہے" اور کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار — ہر بدعت ضلالت ہے اور ہر ضلالت کے لیے جہنم ہے اگر ان جیسے ورمولویوں اور دین کے نام نہاد ٹھیکیداروں نے یہ باتیں عوام کے سامنے بیان کردیں تو پھر یہ کہاں سے کھائیں گے اور انہوں نے مذہب کو جو کاروبار بنا رکھا ہے، وہ کیسے چلے گا؟ میں یہ باتیں سن کر دنگ رہ گیا اور میں نے دل میں سوچا یہ بڑے میاں ٹھیک ہی تو کہتے ہیں۔ اس کے بعد ایک دن میں اور سرفراز [illegible] کے کچھ لڑکے باتیں کر رہے تھے [illegible] تمام [illegible] کرتا تھا اور لڑکوں سے تو ملاقات نہ ہو سکی البتہ نعیم شیرازی صاحب کراچی مل گئے وہ جمعیت کے رفیق تھے اور سرفراز کا تعلق بھی جمعیت ہی سے تھا اسلیے ان دونوں کے درمیان دینی مسائل پر گفتگو ہونے لگی جو مجھے قطعاً پسند نہ تھی کیونکہ میں ان لوگوں سے تعلق رکھتا تھا اور اسلام کو ایک مذاق سے زیادہ اہمیت نہ دیتا تھا اسلیے میں ایک رسالہ کی ورق گردانی میں مصروف ہو گیا اچانک سرفراز کی آواز میرے کانوں میں پڑی "بھائی وہ

میں اس ترقی پسند تنظیم سے تعلق رکھتا تھا۔ جہاں مذہب کو نشہ آور چیز سمجھا جاتا ہے۔

اعظم صاحب وغیرہ آجکل کیا کر رہے ہیں" "بھئی ان کی نہ پوچھو تو بہتر ہے وہ لوگ جماعت کو چھوڑ کر ایک نئے گروپ میں شامل ہو گئے ہیں اب وہ بھی رسالہ چھوڑ کر [illegible] کی طرف [illegible] نعیم صاحب نے بتایا کہ کافی عرصہ پہلے ان لوگوں سے ملاقات ہوئی تھی۔

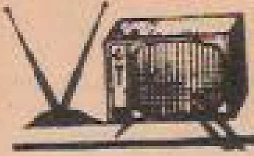
وہ لوگ بہت کٹر ہو گئے ہیں اپنے علاوہ کسی کو مسلمان نہیں مانتے" "دراصل وہ لوگ کہتے تو ٹھیک ہی ہیں مگر آجکل کے دور میں اس پر عمل کرنا بڑا مشکل کام ہے" سرفراز نے پوچھا کہ ان کی تنظیم کا نام کیا ہے تو نعیم صاحب نے جواب دیا کہ ان کی تنظیم کا کوئی نام نہیں ہے وہ صرف اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ اشرف صاحب، اعظم صاحب اور ارشاد صاحب وغیرہ یہ سب آجکل بالکل بدل گئے ہیں۔ اب میرے لیے مزید تعجب کا مقام تھا کیونکہ اشرف صاحب تو کٹر کمیونسٹ تھے اور اچھے خاصے کارکن ہوا کرتے تھے آخر وہ کیسے ایک دم مذہبی بن گئے۔ اعظم صاحب اور ارشاد صاحب بھی جماعت کے آدمی تھے اور ترقی پسند تنظیم سے [illegible] یہ کیا سلسلہ ہوا؟ آخر جاتے جاتے بھی [illegible] اگر اس تحریک کا کچھ لٹریچر وغیرہ ہو تو ہمیں دو ہم بھی انہیں پڑھیں تو نعیم صاحب نے کہا کہ میرے پاس ان کا لٹریچر تو نہیں ہے البتہ ان کے امیر کا نام ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی ہے اور انہوں نے کچھ کتابیں بھی لکھی ہیں جن کا نام "القبوریہ" "الشرک" "یہ قبریں یہ آستانے" "توحید خالص" وغیرہ ہے ڈاکٹر صاحب کی یہ کتابیں میں نے [illegible] سرسری طور پر پڑھی تھیں [illegible] اشرف صاحب [illegible] ان کے دشمن بھی ان کی [illegible] کرتے ہیں کہ یہ لوگ ٹھیک کہتے ہیں۔ اسی وقت سے میرے دل میں اشتیاق پیدا ہوا کہ ڈاکٹر مسعود الدین سے ضرور ملاقات کرنی چاہیے۔ آخر ہم نے ایک دن [illegible] ڈاکٹر صاحب سے ملنے کا پروگرام بنایا جب ہم مسجد توحید پہنچے تو معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحب سندھ گئے ہوئے ہیں اور دو چار دنوں میں واپس آجائیں گے یہاں رشید [illegible] صاحب نے ہماری مہمان نوازی کی اور ہمیں بتایا کہ ڈاکٹر صاحب جمعہ ناظم آباد [illegible] کی مسجد توحید میں پڑھاتے ہیں اسلیے آپ لوگ وہاں ان سے ملاقات کر سکتے ہیں چنانچہ دوسرے جمعہ کو ہم ڈاکٹر صاحب سے ملنے کے لیے تقریباً ساڑھے بارہ بجے ناظم آباد پہنچے ہم دیر سے ہو جانے کی وجہ سے خطاب تو نہ سن سکے البتہ بعد نماز جمعہ ملاقات کرنے کی غرض سے انتظار میں بیٹھ گئے کہ باقی لوگ چلے جائیں تو ڈاکٹر صاحب سے بات کریں مگر وہاں دیکھا کہ اشرف صاحب، اعظم صاحب اور ان کے ساتھ ہمارے دو تین دوست اور بھی ہیں۔ کافی عرصہ کے بعد ان لوگوں سے ملاقات ہوئی تھی اسلیے ہم یہ بھول گئے کہ ڈاکٹر صاحب سے بھی ملنا ہے۔ [illegible] افراد کو ساتھ لیا اور قریبی ہوٹل میں چلے گئے۔ باتیں ہونے لگیں موضوع تھا اسلام اور کشمیر کی آزادی [illegible] کے لڑکے ہیں اور [illegible] تھے اور [illegible] کشمیر کی آزادی سے جنون کی حد تک پیار کرتے تھے مگر ہمارے [illegible] اسلام کے [illegible] تھے ہم ان کو حق پر سمجھتے تھے اور خود بھی ایک حد تک [illegible] اختلافات [illegible] ہو گئے۔ اختلافات کیا تھے [illegible] ہماری ہٹ دھرمی تھی کہ کے بعد ڈاکٹر عثمانی صاحب سے ملاقاتیں ہوئیں اور ذہن کی گرہیں کھلتی چلی گئیں۔ اب میں نے اسلام اور توحید و رسالت کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا اس کے بعد زیادہ دیر تک گمراہی میں رہنا میرے لیے مشکل تھا۔ اس لیے میں نے تمام پرانے بتوں کو پاش پاش کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا اور دعا کی کہ اللہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو اس جہاد کا حامی بنائے جو جہالت کے خلاف جہاد کرنے کی توفیق دے حتی کہ شہادت ہمارا مقدر ہو جائے اور ہمارا مالک ہم سے راضی ہو جائے آمین ثم آمین

رشید حسرت [illegible] کالونی کراچی



تحریک کو متحرک رکھنے اور "حبل اللہ" کی اشاعت کو ممکن بنانے کیلئے کچھ نہ کچھ مالی تعاون ضرور کیجئے۔

تحریر:۔ احمد حاطب صدیقی



ٹیلی وژن کا تحفۂ خاص

ٹی۔وی کے فضل و کرم سے گھر گھر ناٹک گھر ہے

ٹیلی وژن کے فضل و کرم سے اب تو ہر گھر ناٹک گھر ہے ممکن ہے یہ بڑی خوبی کی بات ہو اور ہو سکتا ہے کہ اب اخلاقی نقطہ سے اسے معیوب کے بجائے مرغوب سمجھا جانے لگا ہو۔ مگر خدا جانے کیوں "ناٹک رچانا" "سوانگ بھرنا" اور "ڈرامہ کرنا" جیسے کلمے ابھی تک اردو زبان میں اچھے معانی نہیں پا سکے۔ مگر ہمارے ٹیلی وژن نے ان صفات کو اچھی طرح اپنا لیا ہے چونکہ ڈراما پاکستان ٹیلی وژن کا پاکستانی عوام کیلئے "تحفۂ خاص" ہے اور شاید کوئی دن ناغہ کیا جاتا ہو لہذا آئیے آج کی نشست میں ہی دیکھیں کہ یہ کیا ڈرامہ ہے؟

یہ حقیقت ہے کہ پرانے مسلمانوں نے تمثیل (ڈرامے) کی مطلقاً حوصلہ افزائی نہیں کی اس کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ اس میں خود کو غیر خود کا قائم مقام بنا کر پیش کیا جاتا ہے

سید وقار عظیم نے ڈرامے کی ابتدا کی کہانی یوں سنائی ہے "کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ دیوتاؤں کے دل میں اپنی ہموار سپاٹ اور بے تغیر زندگی سے ایسی اکتاہٹ پیدا ہوئی کہ وہ سب مل کر

ہندو دیوتاؤں کی مقدس کتاب

نٹ وید

پاکستان ٹیلیویژن کے ہاتھ لگ گئی ہے

راجہ اندر کے پاس گئے اور اپنی غیر دلچسپ اور اپنی بے مزہ زندگی کے لئے کسی دلچسپ مشغلے کے طالب ہوئے راجہ اندر نے کہا کہ چلو برہما کے پاس چلتے ہیں ممکن ہے کوئی صورت نکلے چنانچہ سب برہما کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی عرضداشت پیش کی برہما نے تھوڑے سوچ بچار کے بعد ایک ترکیب نکالی انہوں نے رگ وید سے رقص سام وید سے سرود یجر وید سے حرکات و سکنات اور اتھروید سے اظہار جذبات کے طریقے اخذ کر کے ایک پانچواں وید ترتیب دیا۔ "نٹ وید" اس وید کا نام ہوا۔ یہ عجیب غریب نسخہ دیوتاؤں کے ہاتھ آیا تو وہ خوش خوش واپس آئے یہی نسخہ آگے چل کر دنیا والوں کے لئے بھی تفریح ہدایت بنا اور اسی کی بنیاد پر "شکنتلا" جیسے ناٹک لکھے گئے ان ناٹکوں میں رقص و سرود کے علاوہ اظہار جذبات اور حرکات و سکنات کو جگہ دی گئی ہے وہی ہر ملک اور ہر زمانے میں ڈرامے کی امتیازی خصوصیت رہی ہے۔" ڈراما اور اس کا فن سید وقار عظیم روح ادب سالگرہ نمبر منتخب ادب ۱۹۵۲ء)۔

اب دیوتاؤں کی یہ مقدس کتاب۔ "نٹ وید" پاکستان ٹیلی وژن کے ہاتھ لگ گئی ہے اور اس کے نگارخانوں میں اس کے جنتر منتر خوب چلتے ہیں۔ یونانیوں اور ہندوؤں کی مشرکانہ تہذیب کا پروردہ ڈرامہ اردو زبان میں مسلمانوں کے زوال کے ساتھ داخل ہوا۔

ہر تہذیب کا اپنا اپنا مزاج ہوتا ہے مگر مسلمانوں نے فن نقالی کو کبھی اسلامی تہذیب کے ادب و فن میں شمار کرنا گوارا نہیں کیا تو مغربی اور دوسری تہذیبوں میں بھی خطاطی جیسے شریف فن کا فقدان رہا ہے اور وہ بھی اس اعلیٰ و ارفع

فن سے اپنی طبیعت اور مزاج کی بنا پر دور رہے ہیں۔ حیرت ہے کہ ان کا ایک پاکیزہ فن سے دور رہنا لوگوں کو اتنا نہیں کھٹکتا جتنا مسلمانوں کا ایک بے ہودہ فن سے دور رہنا۔ مسلم تہذیب نے ڈرامے کو اس وجہ سے بھی جائز نہیں کیا اداکار کی حقیقی زندگی ختم ہو جاتی ہے شخصیت مسخ ہو جاتی ہے۔ کردار کچھ نہیں رہتا اور حق و باطل کا تصور محض اداکاری تک رہ جاتا ہے کیونکہ وہ اچھا کردار بھی بناتا ہے اور بُرا کردار بھی۔ بُرے کردار کے لئے بھی اسی قدر کمال فن کا مظاہرہ کرتا ہے جس قدر اچھے کردار کے لئے اب سوال یہ ہے کہ اس کی زندگی میں کون کردار رہ جائیگا۔ کیا ایسا کرنا مناسب ہے کہ ہم چند انسانی زندگیوں کو محض کھیل تماشے کیلئے وقف کر دیں اور کیا یہ اسلامی سرشت کیمطابق ہے؟

اور کیا اسلامی تحریکوں نے عصر حاضر میں ڈرامے کو اصلاح یا تفریح کا جائز ذریعہ تسلیم کر لیا ہے اور کیا انہوں نے کچھ کارکنوں کو اداکاری کی تربیت کے لئے وقف یا کچھ اداکاروں کو اپنا رکن بنانے کا فیصلہ کر لیا ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو جو کام ہم اپنے لیے پسند نہیں کرتے وہ دوسروں کے لئے بھی پسند نہیں کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا کھیل تماشے کے لئے نہیں بنائی۔ تمدن اسلامی میں تفریح لامحدود نہیں ہے۔ لائف انجوائے کرنے کیلئے نہیں دی گئی ہے چہ جائیکہ قومی سرمایہ اور انسانی زندگی تفریح محض کے وقف کر دی جائیں اور ہم ان زندگیوں کو خراج تحسین بھی پیش کریں اور ان کی تکریم بھی کریں۔

قرآن حکیم میں ہے کہ "اور انسانوں میں بھی سے کوئی ایسا بھی ہے جو "کلام دلفریب" خرید کر لاتا ہے تاکہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے علم کے بغیر بھٹکا دے" اور اس راستے کی دعوت کو مذاق میں اُڑا دے ایسے لوگوں کے لئے سخت ذلیل کرنے والا عذاب ہے" (سورۂ لقمان آیت ۶)

کلام دلفریب کے لئے قرآن میں "اصل الفاظ" ہیں "لھو الحدیث" یعنی ایسی بات جو آدمی کو اپنے اندر مشغول کر کے ہر دوسری چیز سے غافل کر دے۔ لغت کے اعتبار سے تو ان الفاظ میں ذم کا کوئی پہلو نہیں لیکن استعمال میں ان کا اطلاق بری، فضول اور بیہودہ باتوں پر ہی ہوتا ہے۔

بقیہ: کھلا خط ص ۳۷ سے آگے

لیکن جن کی عقل پر پردے پڑے ہوں اور وہ اللہ کی ان نشانیوں سے کوئی عبرت حاصل نہیں کرتے یہ کتاب پڑھ کر آپ نے کوئی تکا نہیں ڈھایا بلکہ اپنا ایمان ڈھایا ہے اور یہ آج کی بات نہیں ہے جب بھی کسی مرد حق شناس اور مجاہد نے آواز حق بلند کیا ہے تو شکم پرور دنیادار اور پیشہ ور مولویوں اور نام نہاد عالموں نے ہی کے خلاف اتحاد کیا ہے لیکن کامیابی حق ہی کی ہوئی باطل کو آخر کار مٹ جانا پڑا ہے۔ ہماری پکار یہ ہے کہ من انصاری الی اللہ کون ہے اللہ کے دین کے لئے ہمارا مددگار جو ان باطل گروہ، اور خود ساختہ مالکوں، فرقوں، جماعتوں اور مسلکوں کو نیست و نابود کرنے کیلئے ہمارا ساتھ دیں اور ہم سب متحد ہو کر اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے ہوئے ان باطل قوتوں پر ٹوٹ پڑیں اور احکم الحاکمین اپنے وعدے کو پورا کر دے جو اس نے اپنے مومن بندوں سے قرآن عظیم میں کیا ہے کہ "وانتم الاعلون ان کنتم مومنین"۔

(۱) نوح علیہ السلام کی کشتی پار لگانے والا رب آج بھی الحی ہے
(۲) ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے بچانے والا رب آج بھی الحی ہے
(۳) موسیٰ علیہ السلام کو سمندر میں راستہ دینے والا رب آج بھی الحی ہے
(۴) عیسیٰ علیہ السلام کو مفاد پرست علماء یہود کے شر سے بچانے والا رب آج بھی الحی ہے
(۵) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد فرما کر عرب و عجم کا حاکم بنانے والا رب آج بھی الحی ہے۔

آیئے اس بات پر پختہ عقیدہ بنائیں کہ الحی صرف اور صرف ایک اللہ تعالیٰ ہے اس کے پیدا کئے ہوئے تمام انبیا و گذرے ہوئے اولیا، شہداء اور صلحا وفات پا چکے ہیں قیامت سے پہلے وہ دوبارہ دنیا میں نہیں آ سکتے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو دوبارہ زندہ فرمائے گا۔ اور پھر ہمیشگی کی زندگی شروع ہو جائے گی۔

اسلام اور ٹیلی ویژن

ٹی وی کے اثرات ونتائج انسان کے لئے انتہائی تباہ کن ہیں

اسلامی نقطۂ نظر سے دنیوی زندگی میں انسان کے روحانی ارتقا کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اسلام بڑی وضاحت سے بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو صرف اپنی اطاعت وعبادت کی غرض سے پیدا کیا ہے۔ زندگی کے دیگر تمام گوشے اور پہلو اسی بنیادی مقصد کے تابع و مطیع ہونے چاہئیں۔ انسان کی معاشرتی، سیاسی اور اقتصادی زندگی کو اس طرح ڈھالنا اور منظم کرنا چاہیے کہ وہ انسان کے روحانی ارتقا کا سامان بن سکے۔ کوئی ایسا فعل یا ادارہ جو انسان کی روحانی بھلائی میں نقصان رساں ثابت ہو، کوئی ایجنٹ جو انسان کو اس کی تخلیق کے اصل مقصد سے غافل کرے قانون خداوندی کے تحت برداشت نہیں کیا جا سکتا۔

مختصر یہ کہ انسان کو تباہ کن اثرات سے محفوظ رکھنے کیلئے اسلام نے ہر طرح کی لغویات، تفریحات اور کھیل کود پر پابندی لگائی ہے۔ جو انسان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کرتی ہیں۔

ارشاد نبوی ہے:

"تم کھیلیں اور تفریحات شیطان کے زہریلے تیر ہیں، ہر بے مقصد کے ساتھ شیطانی خواہش وابستہ ہوتی ہے۔"

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں:

"اس دنیا کی زندگی کھیل کود کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اور آخرت کا ٹھکانا ان لوگوں کیلئے بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔"

مذکورہ بالا حدیث نبوی اور آیت قرآنی نیز دیگر بہت سی آیات و احادیث سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام ایسی بیکار باتوں "یعنی کھیل کود اور فضول تفریح" و دل لگی کو پسند نہیں کرتا جنہیں قرآنی اصطلاح میں لہو و لعب سے تعبیر کیا گیا ہے جو انسان کو بے کار مشاغل، لاپرواہ اور غیر ذمہ دار بناتی ہیں۔

پس مسلمان کیلئے یہ کچھ بھی مشکل نہیں کہ ٹیلی ویژن جیسے بداخلاقی سکھانے والی تفریحات کے بارے میں اسلام کا رویہ کیا ہوگا، جبکہ بعض کھیلوں مثلاً شطرنج، مصوری، موسیقی، رقص و سرود وغیرہ کی بابت اس نے کسی مصلحت کے بغیر حرمت کا حکم دیا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"اور آدمیوں میں سے بعض ایسے ہیں جو ان باتوں کو خریدتے پھرتے ہیں۔ جو غافل کر دینے والی ہیں۔ تاکہ بے سوچے سمجھے اللہ کی راہ سے لوگوں کو گمراہ کریں اور اس راہ حق کا مذاق اڑائیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کیلئے ذلت آمیز عذاب ہے اور ان لوگوں کے سامنے جب ہماری آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ متکبرانہ انداز سے اس طرح منہ پھیر کر چل دیتے ہیں۔ گویا انہوں نے ان آیتوں کو سنا ہی نہیں جیسے ان کے کانوں میں ثقل ہے۔ پس آپ ان لوگوں کو ایک دردناک عذاب کی بشارت دے دیجئے۔" (سورۃ لقمان آیات ۶، ۷)

مذکورہ بالا آیات میں ایک دردناک عذاب کی جو خبر دی گئی ہے۔ اس کا اطلاق صرف موسیقی اور رومانی ناولوں پر ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ ایسی تمام اشیا اور سرگرمیوں پر ہوتا ہے۔ جو لہو و لعب، فضولیات، لغویات اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے انحراف پر مشتمل ہوں۔ اگر صرف موسیقی یا افسانوں کے مطالعہ کے جرم پر دردناک عذاب کی وعید دی گئی ہے تو اس وعید کا اطلاق

ٹیلی ویژن کے شائقین کی قوم بے راہ روی اور جرائم میں مبتلا ہو جاتی ہے، اور انسانی اخلاق پرزے پرزے ہو جاتا ہے

ایسے ادارہ پر بدرجہ اتم ہوگا جو بہت سی برائیوں کا سرچشمہ ہے۔ پس خطرناک اسلامی قانون کے اصولوں کی رو سے ٹیلی ویژن مذکورہ بالا آیات و احادیث کے دائرہ میں آتا ہے۔

اور دیکھے گئے مختلف دلائل کے تحت ٹیلی ویژن کو شرعی لحاظ سے ہرگز جائز نہیں کہا جا سکتا۔ اس کی خرابیاں بہت سی ہیں اور اس کے مہلک و مضر اثرات تباہ کن ہیں۔ اس سے اخلاقی بے راہ روی کا جو درس دیا جاتا ہے۔ وہ انسان کے اخلاقی ضابطوں کو پرزے پرزے کر دیتا ہے۔ اس لئے اسلام ٹیلی ویژن جیسے کسی ادارہ کو ہرگز برداشت نہیں کر سکتا۔

اس حقیقت میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ ٹی وی آدمی کو ذکر الٰہی سے غافل کرتا ہے۔

اب دیکھئے ٹیلی ویژن سے بہت سی برائیاں اور غیر اخلاقی عوامل جنم لیتے ہیں۔ جن کا ذکر مندرجہ بالا حدیث میں کیا گیا ہے۔ ٹی وی میں غیر اسلامی اور خلاف شرع عناصر کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جن کی ترتیب کچھ اس طرح ہے:

۱۔ جاندار اشیاء کی تصاویر اور مصوری جن میں انسانوں کی تصاویر بھی داخل ہیں۔

۲۔ موسیقی

۳۔ فسق و فجور، عریانیت، خلاف شرع حرکات وغیرہ وغیرہ۔

۴۔ جنسی محبت کے اظہار کے دل پذیر نقشے۔

۵۔ محرک جذبات مناظر۔

۶۔ شرم و حیا کی نفی اور تردید۔

۷۔ ظلم و تشدد اور جرائم کے مناظر کی تشہیر۔

۸۔ بری عادات کو پختہ کرنے والا سبق جو ٹیلی ویژن سے بار بار دیا جاتا ہے۔

۹۔ جارحیت کو کردار کی ایک خوبی کے طور پر قبول کرنے کی حوصلہ افزائی۔

۱۰۔ پروگراموں میں دکھائے جانے والے جرائم کی نقل پر اکسانے کی ترغیب۔

۱۱۔ روحانی تطہیر کرنے والے پروگرام خصوصاً نوجوان نسل کیلئے۔

۱۲۔ ذہنی ارتقا میں رکاوٹ ڈالنا۔

۱۳۔ وقت کا ضیاع۔

۱۴۔ فرد کے مذہبی فرائض کی ادائیگی میں مداخلت۔

۱۵۔ فرد کے دنیوی کام کاج میں مداخلت۔

۱۶۔ فرد کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کرنا۔

۱۷۔ اس کا شمار ان اشیاء میں ہوتا ہے جنہیں اسلام

نے "لہو" قرار دیا ہے۔

ان ہی کی خرابیوں اور برے اثرات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ٹیلی ویژن کے خلاف اسلام ہونے میں کسی کو شک نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں ٹیلی ویژن نظر، دل و دماغ اور بداخلاقی اور فساد پیدا کرتا ہے۔ اسلام کسی ایسے ادارے کو ہرگز برداشت نہیں کر سکتا جو شریعت کے روحانی، ذہنی اور اخلاقی پہلوؤں سے متصادم ہو۔ ٹیلی ویژن کے نتائج و اثرات انسانی اخلاق تباہ کن ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ٹیلی ویژن پوری قوم کو اخلاقی، تہذیبی اور روحانی طور پر مجروح کر رہا ہے۔ اس کے اثرات بد سے قومی اخلاق ہر لحظہ شکار ہو رہا ہے۔ ٹیلی ویژن سے متاثر ہو کر قوم بے راہروی اور جرائم میں مبتلا ہو جاتی ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مومن کے لئے کھیل کود باطل اور ناجائز ہے سوائے تین موقعوں کے (سنن [illegible])

تیر اندازی کے ساتھ نشانہ بازی کی مشق

[illegible] بچوں کے ساتھ شغل

چونکہ شطرنج ایسا کھیل ہے جو انسان کی توجہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے ہٹا دیتا ہے۔ اسے نماز باجماعت سے غافل رکھتا ہے اس لئے حرام ہے جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے۔

"[illegible]"

امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے کہ جو لوگ شطرنج کھیلتے ہیں انہیں سلام کرنا جائز نہیں اس طریقے سے انہیں تنبیہ کرنا مقصود ہے (ہدایہ [illegible])

مذکورہ بالا تفصیل سے ثابت ہو کرنے کے لئے کافی ہے کہ [illegible] اور تفریح طبع کی چیزیں اسلام میں ممنوع ہیں۔ ان کی حرمت کے اسباب کا اختصار کے ساتھ اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ یہ لہو و لعب اور باطل ہیں جن سے نبی ﷺ نے منع فرمایا۔

۲۔ یہ انسان کی توجہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے [illegible]

ٹیلی ویژن
اپنے ناظرین میں نشہ کی کیفیت پیدا کر دیتا ہے

کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت ہی انسان کی تخلیق کا بنیادی مقصد ہے

۳۔ یہ انسان کی عبادات میں خلل ہوتی ہیں۔ اسے نماز میں لاپرواہی اور جماعت سے غیر حاضری کا سبب بنتی ہے۔

۴۔ یہ انسان کو اس کے فرائض سے غافل کرتی ہیں۔

فلم، ڈرامے اور کھیل تماشے پر اسلامی پابندی کا اطلاق ان تمام صورتوں اور سرگرمیوں پر ہوتا ہے۔ جن میں مذکورہ بالا عناصر شامل ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث ہر قسم کے [illegible] غفلت میں ڈالنے والے اشغال اور تفریح طبع کے اسباب کا احاطہ کرتی ہے۔

"مومن کے لئے کھیل کود باطل ہے۔ دنیا کا ہر کھیل باطل ہے۔ سوائے تین کھیلوں کے (حدیث پہلے نقل کی جا چکی ہے)

مذکورہ بالا احکام و دلائل کے علاوہ اور بہت سی خرابیاں ٹیلی ویژن کی بدولت جنم لیتی ہیں۔ تحقیق نے ٹیلی ویژن کے متعلق اثرات ثابت کر دیئے ہیں۔ ٹی وی اپنے ناظرین میں نشہ کی سی کیفیت پیدا کر دیتا ہے کہ وہ خود کو یاد سے غافل اور اہم اشغال اور اہم چیزوں سے لاپرواہ ہو جاتے ہیں۔ اسلام نے شطرنج کے کھیل کو اس کے اندر [illegible] عوامل کے سبب ممنوع قرار دیا ہے تو ظاہر ہے کہ ٹیلی ویژن جو کہ بہت سی خرابیوں کا منبع ہے وہ کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی بعض صالح خصلتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

"اور اللہ کے خاص بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی اور تواضع کے ساتھ چلتے ہیں اور جب نادان لوگ ان سے بات کرتے ہیں تو وہ ان سے سلامتی اور رفع شر کی بات کہتے ہیں اور جو اپنے رب کے آگے سجدے کرتے اور کھڑے ہو کر راتیں گزارتے ہیں اور دعا میں کہتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار ہم سے جہنم کے عذاب کو دور رکھیو کیونکہ دوزخ کا عذاب چمٹ جانے والا ہے۔ بے شک وہ بہت برا ٹھکانہ اور رہنے کی جگہ ہے۔ اور وہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں بلکہ ان کا خرچ ان دونوں باتوں کے درمیان اعتدال کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی معبود کی پرستش نہیں کرتے اور جس شخص کے قتل کو اللہ نے حرام کیا ہے۔ اس کو قتل نہیں کرتے مگر جائز کسی حق شرعی کے ساتھ اور وہ زنا کا ارتکاب نہیں کرتے ہیں اور جو شخص مذکورہ بالا کام کرے گا وہ سخت گناہ میں مبتلا ہوگا"

(سورۃ الفرقان آیات ۶۳ تا ۶۸)

مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا [illegible] کے سلسلہ میں ایک مقدس فریضہ اور ذمہ داری عائد کی گئی ہے۔ یعنی وہ ٹیلی ویژن کی [illegible] سے پرہیز کریں تا کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو اور عذاب آخرت سے محفوظ رہیں نیز اپنے بچوں کی اخلاقی اور روحانی تباہی سے بچا سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی بعض اچھی صفات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

"اور وہ لوگ جب کوئی بیہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں۔ بھلا تم کو سلام ہم بیہودہ لوگوں سے ملنا نہیں چاہتے۔"

(سورۃ القصص آیت ۵۵)

بہتر ماحول: بچے کے گرد ایسا ماحول بنایئے کہ جب اسکو نقل کرنے کی خواہش ہو تو وہ اپنے سامنے اچھی ہی چیز نقل کے لئے پائے۔ (مرسلہ: عارف کراچی)

بقیہ: نذر و نیاز

جلتے ہیں۔ وہاں کی نذر و نیاز اور تبرک ہیں۔ وہاں کی پکاریں اور دہائیاں ہیں وہاں وہ تمام مراسم عبودیت بجا لائی جاتی ہیں۔ جو صرف اور صرف اللہ کے لئے مخصوص ہیں اور ان حضرات کے بارے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ ہماری دعاؤں اور فریادوں کو سنتے ہیں۔ ہماری بگڑی بناتے ہیں یا ہماری بات کو اپنی سفارش کے ساتھ آگے بڑھاتے ہیں اور اللہ سے کام کرتے ہیں۔

یہ بھی کسی نہ کسی شکل میں اللہ کے شریک کار ہیں۔ اس لئے اللہ کے ساتھ شکر و سپاس میں ان کو بھی شریک کر لیا جاتا ہے۔ اللہ اولاد دیتا ہے تو اس کو کسی اور کی عطا قرار دینے کیلئے نبی بخش، غوث بخش، پیراں دتہ جیسے نام دیئے جاتے ہیں اسی طرح کوئی اور فائدہ ہو تو اس کو بھی ان حضرات سے منسوب کر دیا جاتا ہے کہ یہ ان کے طفیل ملا ہے۔ ان کی عطا ہے۔ ان کی سفارش سے حاصل ہوا ہے۔ شکر گزاری اور احسان مندی کے اس زبانی اظہار کے ساتھ ساتھ نذر و نیاز اور چڑھاووں کی صورت میں عملی اظہار بھی کیا جاتا ہے۔ اس طرح اللہ کی کتاب اور اسکے نبی ﷺ کی سنت جس چیز کو شرک اور حرام قرار دیتے ہیں آج اس کو عین حلال سمجھ کر اختیار کیا جا رہا ہے۔ اللہ رحم فرمائے اور ان ساری چیزوں سے بچنے کی توفیق دے۔ آمین۔

اپنے بچوں کو تباہ ہونے سے بچائیے!

کفر و شرک پھیلانے کے لئے باطل قوتیں اس طرح سرگرم عمل ہیں کہ انہوں نے چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کو بھی نہیں بخشا، ان کے سادہ لوح ذہنوں میں کس خوبصورتی سے اپنا زہر اتار رہی ہیں اس کا اندازہ اخبار "جسارت" کے بچوں کے صفحے پر چھپنے والی اس کہانی کے پڑھنے سے بآسانی ہو سکتا ہے۔ پڑھئے اور ماتم کیجئے اس قوم کی بے حسی کا۔

چڑیا اور اندھا سانپ

تحریر: اشفاق سعید الدین۔ سکھر

ڈاکوؤں کا ایک گروہ ڈاکہ زنی کے لئے ایک ایسے مقام پر پہنچا جہاں کھجور کے تین درخت تھے ان درختوں میں سے ایک درخت خشک تھا اور دو پھلدار تھے ڈاکو وہاں آرام کے لئے لیٹے تو ڈاکوؤں کے سردار نے دیکھا کہ ایک چڑیا پھلدار درخت سے اڑ کر خشک کھجور پر جا بیٹھی ہے اور تھوڑی دیر میں وہاں سے پھر اڑتی ہے اور پھلدار درخت پر جا بیٹھتی ہے اور وہاں سے اڑ کر پھر اسی خشک درخت پر آ بیٹھتی ہے۔

اسی طرح اس نے کئی چکر لگائے۔ سردار نے یہ دیکھا تو تجسس لئے خشک درخت پر چڑھا اوپر جا کر دیکھا ایک اندھا سانپ سب سے بلند ٹہنی پر لپٹا بیٹھا ہے اور منہ کھولے ہوئے ہے وہ چڑیا اس کے لئے کچھ لاتی ہے اور اس کے منہ میں ڈال دیتی ہے۔ سردار نے یہ دیکھا تو متاثر ہوا اور وہیں کہنے لگا۔

"الٰہی! یہ ایک موذی جانور ہے۔ جس کے رزق کے لئے ایک چڑیا مقرر فرما رکھی ہے۔ پھر میرے لئے جو اشرف المخلوقات میں سے ہوں۔ یہ ڈاکہ زنی کب مناسب ہے۔"

یہ کہا تو اس نے ہاتف کی یہ آواز سنی کہ۔

"میری رحمت کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے۔ اب بھی توبہ کر لو تو میں قبول کروں گا۔"

سردار نے یہ آواز سنی تو رونے لگا اور نیچے اتر کر اس نے اپنی تلوار توڑ ڈالی اور چلانے لگا کہ "میں اپنے گناہوں سے باز آیا۔ الٰہی میری توبہ قبول فرمالے۔"

آواز آئی۔

"ہم نے تمہاری توبہ قبول کر لی۔"

سردار کے ساتھیوں نے یہ ماجرا دیکھا تو دریافت کیا کہ بات کیا ہے؟

سردار نے سارا قصہ سنایا تو وہ سب بھی رونے لگے اور کہنے لگے کہ ہم بھی اپنے اللہ سے مصالحت کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے بھی سچے دل سے توبہ کی اور بارادہ حج، سارے مکہ مکرمہ کو چل پڑے۔ تین دن کی مسافت کے بعد ایک گاؤں میں پہنچے تو وہاں پر ایک نابینا بڑھیا دیکھی جو اس "سردار" کا نام لیکر پوچھنے لگی کہ اس جماعت میں وہ بھی ہے۔

سردار آگے بڑھا اور کہنے لگا۔

"ہاں اے ضعیفہ ہے اور وہ میں ہوں۔ کہو کیا بات ہے۔؟"

بڑھیا اٹھی اور اندر سے کپڑے نکال لائی اور کہنے لگی۔

"چند دن ہوئے میرا ایک فرزند انتقال کر گیا ہے۔ یہ اس کے کپڑے ہیں مجھے تین رات متواتر حضورؐ نے خواب میں تشریف لا کر تمہارا نام لیکر ارشاد فرمایا ہے کہ:

"وہ آ رہا ہے یہ اسے دینا۔ لہٰذا اے مرد خوش نصیب! یہ اپنی امانت لو۔"

باقی صفحہ (۳۳) پر

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهُ مِنَ اللَّهِ ﴿١٤٠﴾ البقرة

"اور اس سے بڑا ظالم اور کون ہوگا۔ جس نے اس شہادت کو چھپایا جو اللہ کی طرف سے اسکے پاس موجود ہے۔"

جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کا

مسلک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وآلہ العظیم

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ دور اور نزدیک سے مافوق الاسباب دعا، پکار سننا صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ اسی طرح دور و نزدیک سے مافوق الاسباب حاجت روا، مشکل کشا اور ناصر و مددگار بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ جو شخص کسی غیر اللہ کو مافوق الاسباب غیب دان، حاجت روا، مشکل کشا اور ناصر و مددگار سمجھ کر پکارے وہ مشرک اور کافر ہے۔

اگر کسی شخص کا عقیدہ وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔ مگر وہ عند القبر سماع موتی کا قائل ہے تو وہ ہمارے نزدیک کافر نہیں۔ اگرچہ ہمارا مسلک یہی ہے کہ عند القبر سماع نہیں ہے۔ اور اکثر فقہائے احناف بھی سماع موتی کی نفی کرتے ہیں۔

اگر سماع موتی کا مسئلہ بیان کرنے سے شرک پھیلنے کا اندیشہ ہو تو انکار سماع واجب ہے۔ (التکشف از حضرت تھانوی رح و جمال قاسمی از حضرت نانوتوی رح)

نیز ہمارا عقیدہ ہے کہ عذاب قبر حق ہے۔ معجزات انبیاء علیہم السلام اور کرامات اولیاء اللہ حق ہیں لیکن معجزہ اور کرامت اللہ تعالیٰ کا فعل ہے جو پیغمبر یا ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس کے اظہار میں ان کے اختیار کو کوئی دخل نہیں ہوتا۔

نیز ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جسد عنصری کے ساتھ معراج ہوا ہے۔

دستخط ان علماء کے جو اس وقت حاضر موجود تھے

عبدالرزاق بن حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ قلم خود

احمد سعید بقلم خود

عبدالرزاق خطیب جامع مسجد میاں بڈانی

بشیر احمد عفی عنہ مہتمم مصباح العلوم خوشاب

غلام رسول جھنگ

عبدالرحیم بھیرہ

محمد امین بقلم خود مدرس تعلیم الاسلام اسلامیہ متصل قائد آباد ضلع سرگودہا

عبدالرحیم ملتانی تحصیل چیچہ وطنی

غلام اللہ

محمد سعید خطیب و مدرس مدرسہ شمس العلوم بلند ضلع سرگودہا

عبدالستار کان اللہ لہ مبارک خان ضلع سرگودہا

قاضی محمد امیر میانوالی

راقم الحروف سجاد بخاری گوجرانوالہ

ریاض احمد عفی عنہ بقلم خود گلشن کالونی فیصل آباد



عقیدہ حضرت شیخ القرآن

علیہ رحمۃ الرحمن

از

حضرت علامہ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

قاری نور محمد عاصمی — عیدگاہ کوارٹر

ملنے کا پتہ

مولانا حکیم عبدالرحمن صاحب صدیقی مہتمم مدرسہ عربیہ

اشاعۃ القرآن رجسٹرڈ بستی ... تحصیل کروڑ

ضلع لیہ — پاکستان

عبدالحفیظ عفا اللہ عنہ شاہ محمد ضلع سرگودہا

محمد ابراہیم محمد طریف مدرس دار العلوم بندیال

محمد حیات خطیب جامع مسجد حنفیہ چک ۲۵ سرگودہا

حررہ الاحقر عبدالغفور خطیب جامع جلا مخدوم (ضلع سرگودہا)

سید امیر علی عفی عنہ مہتمم دار العلوم بندیال (ضلع سرگودہا)

فتح محمد لالیاں ضلع جھنگ

حافظ نذر احمد بقلم خود خطیب جامع ڈی ٹائپ جھنگ

محمد یار چیچہ وطنی

ذوالفقار احمد بقلم خود جھنگوی

عطاء اللہ بندیالوی

عبدالحمید بندیالوی بقلم خود

حافظ عزیز الرحمن نورپوری اوّل خطیب چک منگلا

حررہ خلیل احمد عفی عنہ خطیب جامع مسجد مہاجرین واں بھچراں (ضلع میانوالی)

دوست محمد ظفر ڈکے والا
قاضی عصمت اللہ قلعہ دیدار سنگھ
احقر عبداللہ عفی عنہ

خضر حیات مہتمم مدرسہ عربیہ ضیاء العلوم گڑھ اور
ضلع جھنگ

شبیر احمد عفی عنہ خطیب آدھی کوٹ
ضلع سرگودھا

قال تعالیٰ الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ الآیۃ

مرسلہ: کفایت اللہ فاروقی (راولپنڈی)

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾

"اور جو اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں" المائدۃ

کھلا خط

"الدین الخالص" کے مرتب
خاکی جان داماں نوی کے نام
محمدی گل بھٹہ ویچ کیماڑی کی طرف سے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مختلف کتابوں (سماع موتی، تسکین الصدور، ذہن پرستی) سے ملا کی ہوئی آپ کی کتاب "الدین الخالص" پڑھی۔ اس کتاب کے لکھنے سے آپ نے دین کی کوئی خدمت نہیں کی بلکہ قبر پرستوں اور بدعقیدہ لوگوں کے لئے مواد مہیا کیا ہے۔ اسی کتاب میں آپ نے اللہ تعالیٰ پر بھی بے انصافی کا بہتان باندھا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب بھی کی ہے جو آگے بیان کروں گا۔ آپ نے اپنی کتاب "الدین الخالص" میں بلا ضرورت عذاب قبر اور قبر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی صاحب نے نہ قبر کا انکار کیا ہے اور نہ ہی عذاب قبر کا۔ انہوں نے اپنی کتاب کے سرورق پر واضح الفاظ میں لکھا ہے۔ کہ "عذاب القبر حق" (بخاری)

اور کتاب کے اندر لکھا ہے۔ "ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ" (عبس ۲۱)

پھر اس کو موت دی پھر اس کو قبر میں دفن کرایا۔

آپ شاید ڈاکٹر عثمانی صاحب کی کتاب کے مفہوم کو نہیں سمجھے انہوں نے اپنی کتاب میں قرآن اور صحیح احادیث کے دلائل دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ مرنے کے بعد انسان قیامت کے دن زندہ ہوگا قیامت سے پہلے نہیں عذاب اور راحت اسی جسم کو نہیں ہوتا بلکہ برزخ میں ہوتا ہے۔

۱ ترجمہ: "پھر اس زندگی کے بعد تمہیں موت آ کے رہے گی اور پھر اس کے بعد قیامت کے دن تم پھر اٹھائے جاؤ گے۔" (المومنون ۱۶-۱۵)

۲ ترجمہ: تم اللہ کے ساتھ کفر کا رویہ کیسے اختیار کرتے ہو حالانکہ تم بے جان تھے اس نے تم کو زندگی عطا فرمائی، پھر وہی تمہاری جان سلب کرے گا پھر وہی تمہیں دوبارہ زندگی عطا کرے گا۔ پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ (البقرہ ۲۸)

۳ ترجمہ: کافر کہیں گے کہ اے ہمارے رب تو نے واقعی ہمیں دو دفعہ موت دی اور دو دفعہ زندگی دے دی اب ہم اپنے قصوروں کا اعتراف کرتے ہیں کیا اب یہاں سے نکلنے کی بھی کوئی سبیل در استہ ہے؟" (سورہ المومن)

انصاف کا تقاضہ تو یہ تھا کہ ڈاکٹر عثمانی کے ان قرآنی دلائل کے لئے آپ قرآن کی تقریباً چھ ہزار آیتوں میں سے کوئی ایک آیت پیش کرتے کہ یہ لو ڈاکٹر صاحب قرآن کی اس فلاں آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کو تیسری زندگی بھی ملتی ہے لیکن افسوس صد افسوس آپ نے قرآن کے دلائل کے مقابلے میں اپنی کتاب "الدین الخالص" کے صفحہ نمبر ۱۵۱ اور ۱۵۲ پر سید سلیمان ندوی اور کسی مفتی (غالباً محمد شفیع صاحب) کا قول

بقیہ صفحہ ۲۶ پر

رپورٹ: عبداللطیف حسن، لاہور

کچھ اجالے رات سے آمادۂ پیکار ہیں

ناظم ضلع خوشاب بھائی فیاض محمود نے جون میں امیر سرحد جناب ڈاکٹر عمر خطاب درانی صاحب کو جوہر آباد آنے کی دعوت دی تھی۔ دارالسلام میں بعد نماز عصر ان کا درس ہوا اور نماز عشاء کے بعد ناظمین پنجاب کی میٹنگ ہوئی جس میں امیر پنجاب محترم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب نے اعلان کیا کہ چوتھا سہ ماہی اجتماع پنجاب ۱۱، ۱۲، ۱۳ جولائی کو راولپنڈی میں ہوگا۔

رمضان المبارک کے آخری عشرے میں راولپنڈی کے ناظم جناب کفایت اللہ فاروقی صاحب کی طرف سے اجتماع کا دعوت نامہ ملا۔ پروگرام کی تفصیل دیکھی تو معلوم ہوا کہ سہ روزہ اجتماع کے پہلے دن ناظمین کو بلایا گیا تھا۔ جبکہ باقی دو دن رفقائے تنظیم و دیگر احباب کو شرکت کی دعوت تھی۔ دعوت نامے میں یہ خوشخبری بھی سنائی گئی تھی کہ امیر تنظیم جناب ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی صاحب بھی اجتماع میں شریک ہوں گے۔

راقم الحروف اس تربیتی، تبلیغی، اصلاحی و بین الصوبائی رابطہ اجتماع میں شامل ہونے کے لئے ناظم ضلع خوشاب بھائی فیاض محمود صاحب کے ہمراہ ۱۰ جولائی کو سہ پہر ۴ بجے ریل کار کے ذریعہ لاہور سے روانہ ہوا۔ محترم امان اللہ ملک اور بھائی بختیار لطیف بھی ہمارے ساتھ تھے سفر نہایت خوشگوار گزرا۔ دوران سفر ٹرین میں انذار عام کا پروگرام کیا۔ اور ہر بڑے اسٹیشن پر چھوٹے پمفلٹ "نجات کی صرف ایک راہ" اور [illegible] تقسیم کیے۔

راولپنڈی کینٹ سے ذرا پہلے چوک مرید حسین پر ٹرین ٹھہری تو عشاء کی اذان ہو رہی تھی۔ ٹرین سے اتر کر ہم مسجد توحید اسلام آباد ویگن اسٹینڈ پہنچے۔ نماز کے بعد ساتھیوں سے معلوم ہوا کہ اجتماع فیری لینڈ سکول کے بجائے قریب ہی واقع "شاہی ہاؤس" میں ہوگا۔ ان سے نئی اجتماع گاہ کا نقشہ لے کر ہم بذریعہ ویگن سیٹلائٹ ٹاؤن کی طرف روانہ ہوئے چاندنی چوک اتر کر فیری لینڈ سکول کے سامنے پہنچے تو ناظم ضلع لاہور بھائی سعید بن بشیر ملے۔ ان کے ساتھ اجتماع گاہ پہنچے۔

"شاہی ہاؤس" کی پہلی منزل پر منتظم پروگرام بھائی کفایت اللہ فاروقی ملے۔ ان سے معلوم ہوا کہ امیر تنظیم تشریف لا چکے ہیں۔ پنڈال میں پہنچے تو جناب ڈاکٹر عثمانی صاحب اور اراکین شوریٰ جناب بدرالزمان صدیقی صاحب، محترم حنیف صاحب، شیخ نورالدین صاحب اور کراچی کے ناظم پرویز حسینی صاحب سے ملے۔ کراچی سے کم و بیش سات ساتھی ڈاکٹر عثمانی صاحب کے ہمراہ اجتماع میں شرکت کے لئے آئے تھے۔ جن میں زیادہ تر ناظمین شامل تھے سرحد سے بھی کچھ نوجوان طالب علم ساتھی آئے ہوئے تھے۔ ان سے معلوم ہوا کہ امیر سرحد ڈاکٹر عمر خطاب درانی بھی تشریف لا رہے ہیں۔ پنجاب کے کچھ ناظمین بھی پنڈال میں نظر آ رہے تھے۔

ان سب ساتھیوں سے ملنے کے بعد میں اجتماع کے انتظامات کا جائزہ لینے کے لئے چلا تو میں نے دیکھا کہ "شاہی ہاؤس" کی وسیع و عریض دو منزلہ عمارت کے گراؤنڈ فلور پر کھانا پکانے کا کام ہو رہا تھا۔ پہلی منزل کے تمام کمرے ساتھیوں کے سامان اور آرام کے لئے مخصوص تھے۔ جبکہ عمارت کی کشادہ چھت پر شرکائے اجتماع کے بیٹھنے کے لئے صاف ستھری دریاں بچھائی گئی تھیں سایہ کے لئے شامیانے نصب کئے گئے تھے۔ چاندنی چوک، فیری لینڈ سکول اور شاہی ہاؤس کے سامنے کپڑے کے بڑے بڑے بینرز لگائے گئے تھے کچھ ساتھی بھی بینرز کے قریب ہی راہنمائی کے لئے وہاں موجود تھے۔

اگلے دن صبح یعنی ۱۱ جولائی کو نماز فجر اور ناشتے کے بعد ناظمین کا پہلا اجلاس شروع ہوا۔ ملک کے مختلف گوشوں سے آئے ہوئے ناظمین صاحبان نے گذشتہ تین ماہ کی رپورٹ پیش کی۔ اور اپنے علاقے میں ہونے والے تبلیغی اجتماعات، دروس قرآن و حدیث اور انذار عام کے پروگراموں کے متعلق بتایا۔

ضلع شیخوپورہ کے ناظم مستری عبدالمجید صاحب نے اپنے ضلع کے حالات سناتے ہوئے بتایا کہ ضلع ملتان کے بعد ضلع شیخوپورہ میں لوگ تیزی سے دعوت قبول کر رہے ہیں اور بہت سے دیہات میں تبلیغ کا سلسلہ جاری ہے۔ ضلع کی دونوں تحصیلوں میں آٹھ ناظم ہیں۔ جو اللہ کے دین کا کام دامے درمے

سخنے چندے سرانجام دے رہے ہیں۔ ضلع میں تنظیم کی چار مسجدیں ہیں۔ جن کا انتظام ہمارے ساتھی چلاتے ہیں۔ ہر مہینے ضلعی ناظمین کی رابطہ میٹنگ ہوتی ہے۔ نوجوان طلبہ محنت کش مزدور بھائی، زمیندار اور ملازم پیشہ ہر طبقے سے متعلق افراد تنظیم میں شمولیت اختیار کر رہے ہیں۔ فرقہ پرست مولوی ہر طرح سے مخالفت کر رہے ہیں۔ اللہ کے فضل سے رفقاء تنظیم ہر مشکل کا ڈٹ کر مقابلہ کر رہے ہیں۔

ضلع لاہور کے ناظم سعید بن بشیر صاحب نے بتایا کہ ضلع بھر میں تنظیم کی طرف سے چار ناظم مقرر ہیں۔ جو انتہائی لگن سے اپنی تبلیغی ذمہ داریوں کو ادا کر رہے ہیں۔ اپنے علاقے میں لٹریچر تقسیم کرنا، دوستوں سے ملاقات، ہفتہ وار درس کا اہتمام، دعوت الی اللہ کے لئے نکلنا اور قریبی اضلاع کے ماہانہ رابطہ پروگراموں میں شامل ہونا انکے مشاغل ہیں۔ تنظیم کی طرف سے لاہور میں ہلال گنج کے علاقہ میں مسجد تعمیر کی گئی ہے جہاں جمعہ کے علاوہ ہر منگل کو بعد نماز مغرب درس ہوتا ہے۔ ناظرہ قرآن کے علاوہ عربی کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ ایک سو سے زائد افراد اب تک متفق کے فارم پر کر چکے ہیں اور تنظیم کو اپنے تعاون کا یقین دلایا ہے۔

باطل نظریات کی آمیزش نے
حقیقی اسلام کی صورت
اس قدر مسخ کر دی ہے
کہ اب شرک کو توحید
اور
کفر کو ایمان کہا جا رہا ہے۔

ضلع گوجرانوالہ کے ناظم آصف بن نصیر الدین مسلم صاحب نے ناظمین کو بتایا کہ ضلع میں تنظیم کی طرف سے بھی تین ناظم مقرر ہیں۔ جمعہ کے علاوہ ہفتہ وار درس میں بھی ساتھی اکٹھے ہوتے ہیں۔ لٹریچر کی تقسیم کے علاوہ انذار عام کے لئے بھی گلیوں بازاروں میں نکلتے ہیں۔ رمضان المبارک میں بعد نماز تراویح شہر کی بڑی بڑی مساجد کے باہر پمفلٹ تقسیم کئے گئے۔

ضلع خوشاب کے ناظم فیاض محمود صاحب نے بتایا کہ ضلع کے مختلف علاقوں میں تین ناظم مقرر ہیں جو توحید خالص کی دعوت پھیلا رہے ہیں۔ تبلیغی اجتماعات کے ذریعے ایمان کی بات اپنے قومی بھائیوں تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔

ماسٹر غلام اکبر صاحب نے اجلاس میں شریک ناظمین کو ضلع گجرات کے تبلیغی کام کے متعلق بتایا۔ انہوں نے کہا کہ ضلع میں تنظیم کے دو ناظم موجود ہیں۔ بہت سے نوجوان اور تعلیم یافتہ افراد جانی و مالی تعاون کے لئے تیار ہیں۔

ضلع سیالکوٹ کے تینوں ناظمین کی نمائندگی کرتے ہوئے جناب ڈاکٹر عظیم اللہ انصاری صاحب نے شرکاء اجلاس کو بتایا۔ ساتھی نماز جمعہ و درس قرآن و حدیث کے پروگرام میں اکٹھے ہوتے ہیں۔ علاقہ میں تبلیغی اجتماعات بھی گاہے بگاہے ہوا کرتے ہیں۔ تحصیل شکر گڑھ میں احباب کی تعداد بڑھ رہی ہے۔

جناب ارشد سلہری صاحب نے سرگودھا کی رپورٹ پیش کی۔ آپ نے کہا کہ سرگودھا میں توحید کا دم بھرنے والوں کی خاصی تعداد موجود ہے۔ لیکن اکابر پرستی کا شدت سے شکار ہے۔ طاغوت سے دوستی ان کی بڑی خرابی ہے اس لئے ہم ان جعلی توحیدیوں کا سب سے پہلے پول کھول رہے ہیں کچھ نوجوان تعلیم یافتہ اور پرعزم افراد نے ہماری طرف تعاون کا ہاتھ بڑھایا ہے۔

اجلاس میں موجود ضلع قصور کے ساتھی نے بتایا کہ تنظیم کی طرف سے مقرر دو ناظمین اور دوسرے ساتھی توحید کا پیغام دوسرے انسانی بھائیوں تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ شیخ پورہ نو میں مسجد توحید ہے، جہاں نماز جمعہ کے علاوہ دوسرے تبلیغی و تربیتی اجتماع ہوتے ہیں۔ ضلع کے چند دوسرے دیہات میں بھی تبلیغی کام ہو رہا ہے۔

راولپنڈی کے ناظم بھائی کفایت اللہ فاروقی نے ناظمین کو بتایا کہ چند ماہ قبل انتہائی ناساعد حالات میں توحید باری تعالیٰ کی ذمہ داری اپنے ناتواں کاندھوں پر اٹھانے کا عزم کیا، سخت مخالفت ہوئی۔ مگر مالک نے یاوری کی اور چند اصحاب نے دست تعاون بڑھایا اور یوں مسجد توحید میں جمعہ، درس قرآن و حدیث کے علاوہ چھوٹے بڑے تبلیغی اجتماعات شروع ہو گئے اب لٹریچر تقسیم کرتے ہیں اور مختلف احباب سے ملاقاتیں بھی ہوتی ہیں۔

امیر پنجاب جناب ڈاکٹر بشیر احمد صاحب نے پورے صوبے کی رپورٹ پیش کی۔ آپ نے بتایا کہ پنجاب میں ۵۲ (باون) ناظمین مقرر ہیں اور تنظیم سے منسلک مساجد کی تعداد ستائیس (۲۷) ہے۔ ضلع ملتان میں چودہ (۱۴) مساجد، ضلع شیخوپورہ میں چار (۴) میانوالی میں اور سرگودھا میں دو، دو اور لاہور، قصور، گجرات، گوجرانوالہ، راولپنڈی میں ایک ایک مسجد ہے۔

آپ نے ناظمین سے کہا کہ کچھ مساجد میں قرآن مجید اور دوسرے دینی علوم کی تعلیم کا آغاز ہو چکا ہے اب مزید جگہوں پر بھی اس کے اہتمام کی کوشش کیجئے۔ دعوت الی اللہ اور لٹریچر کی تقسیم کے لئے راستے، گلیوں اور بازاروں میں نکلئے۔

آزاد کشمیر کے ناظم بھائی ارشاد ظفر نے اپنے علاقہ میں تبلیغ دین کی رپورٹ پیش کی۔ آپ نے بتایا کہ شروع شروع میں ہمیں سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اب اللہ کے فضل سے کچھ لوگ ہماری بات سنتے ہیں اور چند ساتھی بھی بن گئے ہیں۔

کندھ کوٹ سندھ کے ناظم شیخ عبدالرحمٰن صاحب نے اپنے علاقہ میں ہونے والے دینی کام کے متعلق بتایا۔

امیر سرحد ڈاکٹر عمر خطاب درانی صاحب نے سرحد میں تبلیغی کام کا جائزہ پیش کیا۔ آپ نے بتایا کہ صوبہ میں کل پانچ مساجد ہیں۔ چند مساجد تنظیم کی طرف سے تعمیر کی گئی ہیں اور کچھ پہلے سے تعمیر شدہ مساجد کے منتظم نظم سے وابستہ ہو کر دینی کام کر رہے ہیں۔ چند نئی جگہیں جہاں ساتھی موجود ہیں مساجد کی تعمیر کی تجویز زیر غور ہے۔ ہفتہ میں چھ مقامات پر درس قرآن ہوتا ہے اردو کے علاوہ پشتو ترجمے والا لٹریچر بھی تقسیم کرتے ہیں۔

آخر میں میر کارواں جناب ڈاکٹر مسعودالدین عثمانی صاحب نے رفقاء تنظیم کو کراچی کے حالات سنائے۔ آپ نے بتایا کہ ہفتہ میں تین دن مسجد توحید کیماڑی میں تعلیمی پروگرام ہوتا ہے جس میں قرآن، حدیث اور عربی پڑھائی جاتی ہے۔ ہفتہ میں چار مرتبہ دعوت الی اللہ کا اجتماعی پروگرام ہوتا ہے۔ ساتھی سنت نبوی کے مطابق راستے، گلیوں اور بازاروں میں یہ کام کرتے ہیں۔ پہلے تو مخالفت میں گالیاں دی جاتیں یا شرکیہ نعرے لگتے تھے۔ اب کہیں پتھراؤ ہوتا ہے تو کہیں مخالفت میں جلوس بھی نکلتے ہیں۔ ساتھیوں سے صبر و تحمل سے سب کچھ برداشت کرنے کے لئے کہا جاتا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ ساتھی بغیر کسی الجھاؤ یا ٹکراؤ کے توحید کی بات سربازار کرتے ہوئے کسی قسم کی مخالفت کو خاطر میں نہیں لاتے۔ ردعمل کا بڑھنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ لوگ بات سمجھنے لگے ہیں اور مخالفت کے مقابل موافقت بھی نکھر کر سامنے آ رہی ہے۔ آپ نے اجلاس میں شامل ناظمین کو بتایا کہ کراچی میں گیارہ (۱۱) مساجد تنظیم کے زیر انتظام ہیں جبکہ پچیس (۲۵) ناظمین ذمہ دار بنائے گئے ہیں۔

نماز ظہر تک یہ اجلاس جاری رہا۔ دوپہر کے کھانے کے بعد آرام کے لئے وقفہ ہوا۔ نماز عصر کے بعد جناب ڈاکٹر عثمانی صاحب چند رفقاء تنظیم کے ہمراہ چونگی نمبر ۲۲ کی طرف روانہ ہوئے۔ جہاں مصلح بھائی کی دعوت پر بعد نماز مغرب آپ کو خطاب کرنا تھا۔ اس وقت تک امیر پنجاب محترم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب ملتان کے تقریباً ساٹھ (۶۰) رفقاء تنظیم کے ہمراہ پنڈال میں تشریف لا چکے تھے۔ امیر تنظیم کی ہدایت پر آپ نے ناظمین و سامعین سے خطاب کیا۔

میدانِ دعوت و تبلیغ
پُرخار راستہ ہے
پھولوں کی سیج نہیں!

چونگی نمبر ۲۲ پہنچ کر پہلے انتظام کا پروگرام ہوا۔ چوک کے قریب ایک پر رونق بازار میں جناب عثمانی صاحب نے قرآن و سنت کے حوالوں سے توحید کی بات دکانداروں اور راہ گیروں کو سنائی۔ شرک کی ہولناک اور ابدی بد انجامی سے ڈرایا اور ایمان خالص کی برکات کا ذکر کیا۔ بعد ازاں بدرالزماں صدیقی صاحب نے سڑک کے کنارے کھڑے ہو کر اپنے قوی بھائی سے کہا:

والذين يدعون من دون الله لا يخلقون شيا و هم يخلقون ۝ اموات غير احياء ۚ وما يشعرون ۙ ايان يبعثون (النحل)

ترجمہ: "اور اللہ کے علاوہ وہ دوسری ہستیاں جن کو لوگ حاجت روائی کے لئے پکارتے ہیں۔ وہ کسی چیز کی بھی خالق نہیں بلکہ خود مخلوق ہیں۔ مردہ ہیں، ان میں جان کی رمق تک نہیں، ان کو تو یہ بھی معلوم نہیں کہ کب انہیں دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔"

"اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ اکیلے مالک کے سوا کسی بھی مردہ ہستی کو غائبانہ طور پر مدد کے لئے پکارنا اور حالات سے باخبر سمجھنا زندہ سمجھ کر

کائنات میں تصرف کرنے والا ماننا کھلا شرک ہے اور شرک ناقابلِ معافی جرم ہے۔ اس لئے اس سے حذر لازم ہے۔ یا علی مدد، یا رسول اللہ اغثنی پکارنے والا کیسے مسلم و مومن ہو سکتا ہے۔ جبکہ وہ قرآن کی صریح مخالفت کر رہا ہے ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ۔"

آپ کے خطاب کے دوران ہی ایک پولیس انسپکٹر نے آپ کو وہاں کھڑے ہو کر بات کرنے سے روک دیا۔ چنانچہ ہم لوگ قریبی گلی میں واقع ایک نئے ساتھی کی رہائش گاہ پر پہنچے۔

نمازِ مغرب کا وقت تھا۔ محلہ کے ایک نوجوان نے نہایت خوش الحانی سے اذان دی۔ بعد نمازِ مغرب امیر تنظیم نے اہلِ محلہ سے خطاب کیا۔

بعد ازاں ڈاکٹر عثمانی صاحب نے سامعین کے سوالوں کے جواب دیئے۔ حاضرین کو لٹریچر دیا گیا اور نمازِ عشاء ادا کرنے کے بعد ہم لوگ شاہی ہاؤس پہنچے۔ چھت پر ہر طرف رفقاء کار کی ٹولیاں بیٹھی دینی مسائل پر محوِ گفتگو تھیں۔

اگلے دن صبح یعنی ۱۲ جولائی کو بعد نمازِ فجر درسِ قرآن ہوا۔ جناب ڈاکٹر عثمانی صاحب نے سورہ یٰسین کے دوسرے رکوع کی تفسیر بیان کی۔

ناشتہ کے بعد ایسے نئے احباب کو اظہارِ خیال کی دعوت دی گئی جو تنظیم کے ساتھ مل کر تبلیغی کام کرنا چاہتے تھے۔ کئی نئے اصحاب نے تحریک سے تعاون کا اعلان کیا اور شرک کے خلاف مشترکہ کوششیں کرنے کا یقین دلایا۔

9 بجے تقاریر کا سلسلہ شروع ہوا۔ کراچی سے رکن شوریٰ محترم حنیف صاحب پنجاب سے جناب ڈاکٹر بشیر احمد صاحب اور امیر سرحد ڈاکٹر عمر خطاب درانی صاحب کے ایمان افروز خطابات ہوئے۔

ڈاکٹر بشیر احمد صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں حیات، سماع اور علم غیب جیسے مسائل پر قرآنی آیات و احادیث مبارکہ بیان کیں۔ آپ نے ثابت کیا کہ علم غیب اللہ کے سوا مخلوق میں سے کسی ہستی کو نہیں۔ اکیلے مالک کی ذات ہی زندہ جاوید ہے اور تمام مخلوق فنا کے گھاٹ اتر کے رہے گی۔ اور وفات شدہ ہستیاں اپنے پکارنے والوں کی پکار سے بالکل لاعلم ہیں۔

ڈاکٹر عمر خطاب درانی صاحب نے کہا کہ سورہ حٰم سجدہ میں مالک فرماتا ہے۔

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملٰئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون۔

ترجمہ: "بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور اس پر ثابت قدم رہے۔ ان پر فرشتے اترتے ہیں جو کہتے ہیں کہ نہ ڈرو اور غم نہ کھاؤ ہم تمہیں اس جنت کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا دنیا میں تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔"

اپنے ایک صحابی کو رسول اللہ نے جو مختصر ترین نصیحت فرمائی وہ بھی یہی تھی۔

قل اٰمنت باللہ ثم استقم،

"کہہ میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر ڈٹ جا۔"

امیر سرحد نے بتایا کہ قرآن و حدیث کے مضامین سے پتہ چلتا ہے کہ ایسے جو فرد جو صحیح ایمان اختیار کرتے اور اپنے عمل سے اس کا ثبوت دیتے ہیں پھر اس ایمان کی تبلیغ کرتے ہوئے مشکلات کے مقابل سینہ سپر ہو کر صبر و ثبات کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ بارہا ایسا ہوا کہ اظہارِ حق کے موقع پر ہی ایسے بہت وروں کو مشرک قوم نے شہید کر دیا ہے۔ جس طرح قرآن صاحب یٰسین کا حال بیان کرتا ہے۔ یا کبھی اصحاب کہف کی طرح اہلِ ایمان کو مالک کی رضا اور خوشنودی کی خاطر پوری قوم کی دشمنی مول لینا پڑی ہے۔ اللہ پر خالص ایمان اور شرک کی کھل کر مخالفت کرنا۔ جہاں ماحول میں آگ لگا دیتا ہے۔ وہاں اللہ کی نصرت کو بھی دعوت دیتا ہے۔ کبھی اللہ کی طرف سے دل جاؤ اور اطمینان نصیب ہوتا ہے تو کبھی اس کی رحمت فرشتوں کی صورت میں مومنوں کے لئے بشارتیں لے کر آتی ہے۔ قرآن کے بیان کردہ اصول کے مطابق کشمکش برپا کرنے سے دنیا میں خیر آتا ہے۔ گھر کے کسی کونے میں بیٹھ کر "ہو حق" کی صدائیں بلند کرنے سے یا خالی نعرے لگانے سے انقلابِ حق نہیں آیا کرتا اور نہ ہی عرسوں، میلادوں اور قوالیوں کے ذریعہ کوئی تبدیلی پیدا ہو سکتی ہے۔ بلکہ میدانِ عمل میں اتر کر اللہ کی طرف بلانے، اکیلے ایک مالک کی بندگی پر دنیا کو اکٹھا کرنے اور ایسا کرتے ہوئے خود سختی سے سنت پر کاربند رہنے سے جو خوشگوار تبدیلی آتی ہے۔ اسے اسلام کہتے ہیں۔ اور صحیح عقیدہ اپنانے اور اس کو پھیلانے والا اپنے کو صرف مسلم کہلواتا ہے۔ کسی فرقہ سے خود کو منسوب نہیں کرتا۔

جناب حنیف صاحب نے داعی کے اوصاف بیان کرتے ہوئے بتایا کہ

"رسول اللہ کے فرمان بلغوا عنی ولو اٰیۃ کے مطابق ہر سچا مسلمان مبلغ ہے۔ برائیوں کے خلاف زبان سے جہاد کرتا ہے۔ اپنے عمل

کے ذریعے خیر کی راہ میں حائل رکاوٹیں ہٹانے کے لئے زور لگاتا ہے۔ آج جبکہ ہر طرف کفر و شرک کے جھنڈے بلند ہیں، تو مومن کیسے چین سے بیٹھ سکتا ہے۔ ان کے علمبردار تو تمام ہتھیار علم سے آراستہ ہیں۔ علمی موشگافیوں کے ذریعے علماء سوء باطل مذاہب کے لئے ہمیشہ جواز مہیا کرتے رہے ہیں۔ ان کا مقابلہ کرنے والے خیر کے داعی قرآن و سنت کے ضروری علم سے ضرور آراستہ ہوں، ورنہ باطل کا مقابلہ کیسے کر پائیں گے۔" آپ نے ناظمین اور ساتھیوں کو تاکید کی کہ

"میدانِ دعوت و تبلیغ میں اترنے سے پہلے یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ یہ پرخار راستہ ہے۔ پھولوں کی سیج نہیں ہے۔ قدم قدم پر طاغوت اور اس کے پجاری روڑے اٹکائیں گے۔ ہر نزغ شیطانی سے اللہ کی پناہ طلب کرنی ہے۔ برائی کو اچھائی سے دور کیجئے۔ گالیوں کا جواب خاموشی اور دعائیں ہیں۔ صبر، صلوٰۃ اور دوسرے اعمال مسنونہ بہترین زادِ راہ ہے۔ زندگی میں ایک اعتدال ہو۔ معاملات میں رکھ رکھاؤ اور سلیقہ مندی ہو۔ اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی اور ہمدردی کا اعلیٰ مظاہرہ ہو۔ آپس میں ایثار و قربانی کی کوشش ہو۔"

راولپنڈی کے ناظم بھائی کفایت اللہ فاروقی صاحب نے بھی مختصر تقریر کی۔ مختصاً آپ نے ساتھیوں کو اپنے دلچسپ حالات بھی سنائے۔ اور ایمان و توحید کی ضیاء پاشیوں سے منور ہونے تک جو مراحل طے کرنا پڑے انہیں اپنے نرم و شیریں انداز سے بیان کیا۔ ساتھیوں نے ان کی گفتگو نہایت ذوق و شوق سے سنی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے یہ اس قافلے کے ہر راہی کی اپنی ہی داستان ہے۔

نماز عصر کے بعد آرام کے لئے وقفہ ہوا۔ نماز مغرب کے بعد جناب ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی صاحب نے ملک بھر سے آئے ہوئے سینکڑوں رفقائے تنظیم ناظمین و دیگر احباب سے خطاب کیا۔ امیر تنظیم نے کہا۔

"باطل نظریات کی آمیزش نے حقیقی اسلام کی صورت اس قدر مسخ کر دی ہے کہ اب شرک کو توحید اور کفر کو ایمان کہا جا رہا ہے۔"

آپ نے فرمایا۔

"اسلامی عقائد پر احبار و رہبان کی طرف سے وہ طرفہ یورش ہوئی اس نے ایسے بڑے بڑے علماء و صوفیاء کے چہرے سے نقاب ہٹا کر حقیقت حال سے روشناس کرانا اہم فریضہ ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے قرآن عظیم کی پیش کردہ خالص توحید کے مقابلہ میں حلول، وحدت الوجود اور وحدت الشہود جیسے کفریہ عقیدے پھیلا کر خالق و مخلوق کے بنیادی اسلامی عقیدے کو بدل ڈالا ہے۔ ایک "الٰہ" کے مقابلے میں کروڑوں "ہمیشہ زندہ" رہنے والی ہستیاں تراشی ہیں۔ کشف، الہام، چلے، مراقبے اور مکاشفے کی اصطلاحات ایجاد کر کے پورے دین کو بدل ڈالا ہے" آپ نے کہا کہ

"تصوف کے زیر اثر اٹھنے والی اصلاحی تحریکیں صحیح اسلامی عقائد سے بہت دور تھیں۔ اس بحران کے ذریعے وہ تبدیلی خطہ ارضی پر رونما نہ ہو سکی جو صدر اول کے مسلمانوں کے ذریعے روئے زمین پر نمودار ہوئی تھی۔

؎ یہ غریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کرگسوں میں
اسے کیا خبر کیا ہے رہ و رسم شاہبازی

ہم اسی بات کو لیکر اٹھے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کے نقش قدم سے ہٹ کر جو راہیں متعین کی گئی ہیں، سراسر باطل ہیں۔ ان راہوں پر چل کر ہم کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتے۔"

عثمانی صاحب نے فرمایا۔

"غلط نظریات و عقائد کی نشاندہی کرتے ہوئے ہم ان حضرات سے ہوشیار کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں جو ان طاغوتی نظریات کو پھیلاتے رہے ہیں تاکہ سیاہی و سفیدی، حق و باطل کا فرق واضح ہو جائے۔ ہمارے نزدیک اصلاح کا بھی ایک راستہ ہے کہ ہم راہِ حق میں بیٹھے ہوئے ٹھگوں اور لٹیروں سے راہرو کو ہوشیار کریں۔ پھر مل جل کر ان ظالموں کو راستے سے ہٹایا جائے۔ تاکہ مسافر کو راستہ مل جائے۔"

بعد ازاں سوال و جواب کی طویل نشست ہوئی۔ منتظمین کی طرف سے سوال لکھنے کے لئے کاغذ قلم مہیا کئے گئے تھے۔ عثمانی صاحب نے مسائل کا حل قرآن و حدیث کے ذریعے پیش کیا اور تنظیم پر اعتراضات کے تفصیلی جوابات دیئے۔ رات گئے تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ حاضرین محفل کا اصرار تھا کہ تمام سوالات کے جوابات پورے ہو جائیں۔ اس وجہ سے رات کا کھانا بھی کافی دیر سے کھایا گیا۔

گھروں میں بیٹھ رہنے یا خالی نعرے
لگا لینے سے
انقلابِ حق نہیں آیا کرتا!

اجتماع کے آخری دن یعنی جمعۃ المبارک کو بعد نماز فجر امیر پنجاب ڈاکٹر نذیر احمد صاحب نے درس قرآن دیا۔

ناشتے کے بعد نو بجے ساتھیوں کے درمیان سوال و جواب کا دلچسپ مقابلہ ہوا۔ تمام ساتھی دو گروپوں "الف" اور "ب" میں تقسیم ہو گئے۔ "الف" گروپ میں کراچی کے ساتھی شامل تھے۔ "ب" گروپ پنجاب، سرحد اور آزاد کشمیر کے ساتھیوں پر مشتمل تھا۔ اراکین شوریٰ اور صوبائی ناظمین کو غیر جانب دار رہنے کا مشورہ دیا گیا۔ عثمانی صاحب منصف تھے۔ ڈاکٹر عمر خطاب درانی صاحب نے قرآن، حدیث اور تاریخ اسلام سے متعلق اہم سوالات دونوں گروپوں سے پوچھے۔ "الف" گروپ کی نمائندگی محمد ملی گل صاحب کر رہے تھے۔ جبکہ "ب" گروپ کی ترجمانی شاہ فاروق ہاشمی صاحب کے ذمہ تھی۔ ہر گروپ کے امیر کو اپنے رفقاء سے مشورہ کے لئے تیس سیکنڈ کا وقت دیا گیا۔ وقت ختم ہونے سے پہلے جناب حنیف صاحب متعلقہ گروپ کو مطلع کر دیتے تھے۔ دونوں گروپوں نے سخت مقابلہ کیا۔

شاہ فاروق ہاشمی صاحب کی مدد کے لئے ان کے ساتھی ان کے قریب ہی بیٹھے تھے۔ محمدی گل صاحب بھی کراچی کے احباب سے مشورہ کرتے رہے۔ سوالوں کی ترتیب کچھ اس طرح تھی کہ ہر گروپ کا پہلے قرآن دانی میں امتحان ہوتا۔ اگر اس کا جواب صحیح ہوتا تو پھر اسی گروپ سے علم حدیث کا سوال پوچھا جاتا اگر یہ جواب بھی درست ہوتا تو تاریخ اسلام سے ایک سوال پوچھا جاتا۔ اگر ایک گروپ کسی سوال کا جواب نہ دے پاتا تو دوسرا گروپ میدان میں آجاتا۔ اس طرح تقریباً دو گھنٹے تک سوال و جواب کا یہ دلچسپ مقابلہ جاری رہا۔ تمام سامعین ذہنی آزمائش کے اس معلومات افزا پروگرام سے خوب محظوظ ہوتے۔ اگر دونوں گروپ کسی سوال کا جواب صحیح طور پر نہ دے سکتے تو ڈاکٹر عثمانی صاحب تفصیلاً وضاحت فرما دیتے تھے۔

آخر میں جب نتیجے کا اعلان ہوا تو "ب" گروپ جو پنجاب، سرحد اور آزاد کشمیر کے ساتھیوں پر مشتمل تھا۔ مقابلہ جیت گیا۔

بعد میں جمعہ کی تیاری کے لئے وقفہ ہوا۔ اس وقت تک راولپنڈی شہر سے بھی بہت سے احباب پنڈال میں آچکے تھے۔ ہر طرف چہل پہل تھی۔ چونکہ راقم الحروف کو نئے احباب کے نام پتے لکھنے اور تعارف حاصل کرنے کے لئے کہا گیا تھا اس لئے کاغذ قلم لیکر کونے میں بیٹھے ہوئے ایک نوجوان اور ایک عمر رسیدہ معزز شخص کی طرف بڑھا مجھے اپنی طرف آتا دیکھ کر انہوں نے قریب ہی میرے بیٹھنے کے لئے جگہ بنا دی۔ مختصر گفتگو کے بعد معلوم ہوا کہ وہ دونوں باپ بیٹا ہیں۔ باپ ڈاکٹر ہے اور بیٹا یونیورسٹی میں فورتھ ایئر کا اسٹوڈنٹ ہے۔ جناب ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی صاحب کی کتابوں کا مکمل سیٹ مطالعہ کر چکے ہیں۔ تنظیم سے مکمل متفق ہیں اور تنظیم سے وابستہ ہو کر تبلیغی کام کرنا چاہتے ہیں ان سے اجازت لیکر میں قریب ہی بیٹھے ہوئے دو نوجوانوں کی طرف بڑھا وہ دونوں بھائی تھے۔ ایک لاہور سے اجتماع میں شرکت کے لئے آیا تھا۔ دوسرا راولپنڈی کا رہنے والا تھا۔ دونوں سرکاری ملازم تھے۔ ان سے فارغ ہوا ہی تھا کہ سامنے سے راولپنڈی کے ناظم بھائی کفایت اللہ فاروقی صاحب آتے دکھائی دیئے۔ انہوں نے مجھے حکم دیا کہ مسجد توحید پہنچ کر نماز جمعہ پڑھاؤں۔

ساڑھے بارہ بجے جناب عثمانی صاحب نے نماز جمعہ سے قبل شرکاء اجتماع سے خطاب کیا۔

نماز جمعہ کے بعد ملک کے طول و عرض سے آئے ہوئے ناظمین، رفقاء تنظیم و دیگر احباب ایک نئے جوش اور ولولے کے ساتھ رخصت ہوئے اور جناب ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی صاحب اس ملک گیر تنظیمی و تبلیغی دورے پر روانہ ہونے کے لئے منتظر گئے جو ۱۳ جولائی ۱۹۸۳ء سے شروع ہونے والا تھا اور جس میں آپ نے آزاد کشمیر، صوبہ سرحد و پنجاب کے تقریباً ہم مقامات پر خطاب فرمایا۔ اس دورے کی تفصیلی روداد اور اس دوران پیش آنے والے چند اہم واقعات اگلے شمارے میں آپ کے سامنے آئیں گے

انشاء اللہ تعالیٰ



بقیہ : چڑیا اور اندھا سانپ

سردار یہ سن کر عالم وجد میں آگیا اور وہ کپڑے پہن کر ملک معظم حاضر ہوا اور اللہ کے مقبولوں میں شمار ہونے لگا۔

انسان چاہے کتنا بڑا گنہگار کیوں نہ ہو مگر وہ جب سچے دل سے توبہ کرے تو خدا تعالیٰ اس کے پچھلے گناہ معاف فرما دیتا ہے اور اپنے مقبولوں میں شامل کر لیتا ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے حضورؐ اپنی امت کے ہر عمل سے آج بھی باخبر ہیں اور ان کا کوئی گنہگار امتی سچے دل سے توبہ کرلے تو آپ خوش ہوتے ہیں اور امت کے نیک و بد عمل حضور پر آشکار ہیں۔

(روزنامہ "جسارت" ۲۷ اپریل ۸۳ء)

هم سرگرم عمل ہیں

۲ خوشخبریاں

۱۔ پہلی خوشخبری یہ کہ توحید نگر کبیر والا ملتان میں دارالعلوم کا قیام عمل میں آگیا ہے۔ جہاں دینی تعلیم حاصل کرنے والے افراد کے مستقل قیام کا بندوبست کیا گیا ہے۔ اس مدرسے کے مہتمم عالم دین اور صوبہ پنجاب کے امیر ڈاکٹر بشیر احمد صاحب مقرر کئے گئے۔ یہاں قرآن، حدیث و فقہ کی تعلیم سیمسٹرز سسٹم کے تحت دی جائے گی۔ سال میں دو تعلیمی سیشن ہوں گے پہلے سیشن کا آغاز ۵، ربیع الاول ۱۴۱۲ھ سے ہو چکا ہے اور دوسرے سیشن کا آغاز انشاء اللہ شوال ۱۴۱۲ھ سے ہوگا۔ تعلیم مکمل کرنے پر طلباء کو باقاعدہ سند دی جائے گی۔

۲۔ دوسری خوشخبری یہ کہ کراچی میں ایک اور مسجد توحید کا اضافہ ہوا ہے۔ یہ خوبصورت مسجد ملیر کھوکھراپار کے علاقے میں پایۂ تکمیل کو پہنچنے والی ہے۔ اس مسجد کی تعمیر اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ کراچی کے اس علاقے کھوکھراپار میں دعوت الی اللہ کے دوران ہمیشہ شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ جس کی ایک جھلک آپ بھی دیکھتے چلئے!

ایک دن یہاں کے مین بازار کے ڈاکخانہ کے اسٹاپ پر لوگوں کو اللہ واحد کی بندگی کی طرف بلانے کے "جرم" میں چند حضرات سخت برہم ہو گئے اور انہوں نے آناً فاناً اپنے ہم خیال دوسرے لوگوں کو جمع کیا اور ایک جلوس بنا کر اس جگہ پہنچ گئے جہاں تقریر ہو رہی تھی۔ اور مقرر کے عین سامنے کھڑے ہو کر ہاتھ لہرا لہرا کر نعرۂ غوثیہ اور نعرۂ رسالت بلند کرنے لگے۔ مجبوراً ساتھی نے تقریر روک دی" اور یہ دیکھ کر کہ یہ "عاشقانِ رسول" کسی کو اللہ اور اس کے رسولؐ کا پیغام سننے نہ دیں گے۔ سارے ساتھی خاموشی سے آگے بڑھ گئے اور اگلے چوک پر کھڑے ہو کر قرآن حکیم کا پیغام سنانے لگے مگر وہ جلوس وہاں بھی پہنچ گیا اور نعرے لگا کر شور و غل کرنے لگا۔ ناظم حلقہ نے یہ دیکھ کر کہ یہ پرستار کسی کو حق بات سننے نہیں دیں گے ساتھیوں کو درس گاہ پہنچنے کی ہدایت کی۔ داعیانِ حق کو متانت و سنجیدگی سے واپس جاتا دیکھ کر اہل جلوس نے اپنی "کامیابی" پر خوش ہو کر نعرہ فتح بلند کیا کہ "رسول والوں نے اللہ والوں کو بھگا دیا" لیکن آپ کو معلوم ہے کہ اس واقعہ کا کیا اثر ہوا۔ اگلے پروگرام میں حاضرین کی تعداد دگنی تھی۔

اسی طرح کا ایک دوسرا واقعہ جینیس کالونی (کھوکھراپار) میں پیش آیا۔ لیکن وہ اس لحاظ سے زیادہ سنگین تھا۔ کیونکہ آبائی دین کے یہ فدا کار، راہ حق کے رہروؤں پر خاک اڑاتے، پتھر پھینکتے اور نعرے لگاتے تقریباً ایک میل تک تعاقب کرتے ہوئے درس گاہ تک آپہنچے اور ہمارے ساتھی جب نماز مغرب ادا کرنے میں مشغول ہو گئے تو انہوں نے مشرکانہ نعروں کی بوچھاڑ کر دی اور شرکاء حلقہ کی گاڑیوں پر بھی پتھر برسا کر چڑھ دوڑے اور گاڑیوں کے شیشے توڑ ڈالے۔ جس سے بہت نقصان ہوا۔ یہ ہنگامہ دیکھ کر محلے کے ایک صاحب نے (جو سابق کونسلر ہیں) تھانے میں فون پر اطلاع کر دی۔ فوراً ہی پولیس کی گاڑی آئی اور ان آٹھ دس "سورماؤں" کو پکڑ کر تھانے میں لے گئی۔ جو اس ہنگامے میں پیش پیش تھے نماز کے بعد جب ناظم صاحب کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے فوراً ایک ساتھی کو تھانے دوڑایا کہ پولیس کوئی کارروائی نہ کر بیٹھے۔ اور پھر یہ منظر دیکھنے میں آیا کہ پولیس اہلکار مصر ہیں کہ اس واقعہ کی رپورٹ لکھائی جائے تاکہ وہ شر پسندوں کے خلاف کوئی کارروائی کر سکیں اور ہمارے ساتھی ان سے کہہ رہے ہیں کہ "ہمیں کسی کے خلاف کوئی شکایت نہیں" نقصان کی کوئی بات نہیں۔ یہ نادان و ناسمجھ لوگ ہیں۔ لیکن اللہ سے امید ہے کہ آج نہیں تو کل یہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی بات سمجھ جائیں گے۔ اس طرح معاملہ رفع دفع ہوا۔ اس واقعہ کا اثر یہ ہوا کہ تحریک کو چند نئے ساتھی اور مل گئے۔

اور یہ آخری واقعہ تو ابھی حال ہی کا ہے کہ سعود آباد پولیس چوکی کے بس اسٹاپ پر دوران تقریر یہ سن کر کہ "اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا داتا، دستگیر، مشکل کشا نہیں"

باپ دادا کے دین کے ایک شیدائی سے نہ رہا گیا وہ غصے میں بھرا ہوا اپنی دوکان سے اترا اور بجلی کے تاروں کا ایک گچھا مقرر پردے مارا۔ اس کی مدد کے لئے پانچ دس "جیالے" اور میدان میں اتر آئے لیکن اللہ رب العزت کا شکر ہے کہ بحیثیت مجموعی ساتھیوں نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا اور جوابًا کوئی کاروائی نہ کی۔ اس ہنگامے میں ایک صاحب کا چشمہ ٹوٹ گیا۔ دوسرے ساتھی کے جسم پر لاتوں کے نشان پڑ گئے اور تیسرے ساتھی کی آنکھ گھونسا لگنے سے سوج گئی۔

مختصرًا یہ کہ ان حالات کے اندر اس علاقے میں مسجد کی تعمیر واقعی ایک ہمت کا کام ہے اور لائق مبارکباد ہیں۔ اس علاقے کے ناظم اور ان کے رفقاء کار کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی محنت اور پر خلوص کوششوں کو قبول کیا اور ان کو ایک ایسی جگہ میسر آگئی جہاں وہ سکون کے ساتھ اپنے مالک کی بندگی اور اس کے دین کا علم حاصل کر سکیں گے۔ فللہ الحمد۔

التاریخ الکبیر ١٤ قسم - ٢ - ج - ٤

باب منیب

١٩٧٧ - منیب الازدی له صحبة قال ابو ایوب (سلیمان بن عبدالرحمن) نا ابو خلید عتبة بن حماد الحکمی القاری قال نا منیب بن مدرك الازدی عن أبیه عن جده قال خرجت في الجاهلية فاذا النبي صلى الله عليه وسلم يقول للناس قولوا لا اله الا الله تفلحوا، فمنهم من تفل في وجهه ومنهم من حثا عليه التراب ومنهم من سبه حتى انتصف النهار فاقبلت جارية بعس من ماء فغسل وجهه وقال يا بنية لا تخشي على ابيك غلبة ولا ذلا، قلت من هذه؟ قالوا هذه زينب بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم، وهي جارية وضيئة •

منیب الازدیؓ یہ صحابی تھے۔ فرمایا ابوایوب (سلیمان بن عبدالرحمٰن) نے ہم کو خبر دی ابوخلید عتبۃ بن حماد الحکمی القاری نے کہا کہ ہم کو خبر دی منیب بن مدرک الازدی نے اپنے باپ سے اور انہوں نے خبر دی اپنے دادا منیب الازدی سے کہ انہوں نے کہا کہ میں جاہلیت میں گھر سے نکلا (یعنی اپنے گھر سے مکہ گیا) تو میں دیکھتا کیا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے کہہ رہے ہیں کہ "قولو لا الٰہ الا اللہ تفلحوا" (یعنی کہو اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں تو فلاح پا جاؤ گے) پس لوگوں میں سے بعض نے ان کے چہرے پر تھوکا اور بعض نے مٹی ان پر پھینکی اور بعض نے گالیاں دیں۔ یہاں تک کہ آدھا دن گزر گیا پھر ایک لڑکی آئی ایک بڑے سے پیالے میں پانی لیکر اور اس نے انؐ کا چہرہ دھویا۔ انہوں نے اس سے کہا "اے بیٹی غم نہ کر اور اپنے باپ کے اوپر غلبہ اور ذلت کا خوف دل میں نہ لا۔"

منیب الازدیؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ "یہ لڑکی کون ہے"؟ لوگوں نے بتایا کہ "یہ زینبؓ بنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔" اور وہ ایک باوصف لڑکی تھیں۔ تاریخ الکبیر امام بخاری

حلقۂ یاراں...

محمد اسلام، اسد اللہ، ملک اسلم اور بھائی محمد اقبال۔
گرین ٹاؤن لاہور۔

دیکھئے یہ کام کیا ہے نا آپ لوگوں نے۔ کہتے ہیں کہ قطرہ قطرہ دریا بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کے خلوص کو قبول فرمائے۔ آمین

بھائی آصف بن نصیر مسلم
گوجرانوالہ

محترم بھائی! یہ اجازت کے تکلفات میں کہاں پڑ گئے آپ۔ تحریر بھیجئے معیار کے مطابق ہوگی تو ضرور شائع ہوگی انشاء اللہ۔ بس ایک بات کا خیال رہے کہ مضمون ذرا خوشخط اور ایک سطر چھوڑ کر لکھا گیا ہو۔

ڈاکٹر محمد الیاس صاحب
صدر آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن
نئی دہلی۔ انڈیا

پہلے تو حبل اللہ کے نام آپ کی تنظیم کا پریس ریلیز موصول ہوا پھر اخبارات کے ذریعہ منعقدہ کنونشن کی روداد اور آپ کی تقریر نظر سے گزری۔

"حبل اللہ" کے شماروں کے ساتھ دیگر لٹریچر بھی روانہ کر دیا گیا تھا امید ہے کہ مل گیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دین کو سمجھنے اور اسے دوسروں تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

عقیل غوث خان۔
جدہ۔ سعودی عربیہ۔

سعودی عرب میں بیٹھ کر صرف مضمون بھیجنے کا وعدہ۔ ! التعجب ہے اور وہ بھی ابھی تک موصول نہیں ہوا۔

محمد یونس خان اور **ملک محمد امین اظہر صاحب**

جوائنٹ سکریٹری
اہلحدیث یوتھ فورس۔ گرمولہ ورکاں
گوجرانوالہ

ناظم نشر و اشاعت
جمعیت شبان اہلحدیث، خلد دارالسلام
فاروق آباد۔ شیخوپورہ۔

آپ لوگوں کو "حبل اللہ" کا خاص نمبر بہت پسند آیا اس کا شکریہ۔ محترم بھائیو! آپ لوگوں نے اگر اپنے آپ کو "اہلحدیث" سے موسوم کر ہی لیا ہے تو پھر خطوں کی پیشانی پر کونوں میں "یا حی" "یا قیوم" لکھنے کی یہ بدعت کیسی! مکتوبات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ انداز تو نہ تھا۔ آپ لوگوں کے کہنے کے مطابق دیگر لٹریچر روانہ کر دیا گیا تھا۔ امید ہے مل گیا ہوگا۔

غازی عزیر
ناظم ادارہ توحید علیگڑھ
حال مقیم الخبر۔ سعودی عربیہ۔

محترم آپ کے خط کے ذریعہ یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ آپ کے ادارے نے ڈاکٹر عثمانی صاحب کی کتابیں "تعویذ گنڈا شرک ہے"، "یہ قبریں یہ آستانے"، "توحید خالص" اول و دوم، "بھولا سبق"، "جہاں را انقلاب" وغیرہ وغیرہ "[illegible]" چھاپ کر کئی ایڈیشن مفت تقسیم کر دیئے ہیں۔ امید ہے اب تک "وفات النبی" اور "عذاب قبر" بھی چھپ چکی ہوگی۔ بھائی آپ اور آپ کے ساتھی اللہ کے دین کی جو خدمت کر رہے ہیں، اس کا اجر تو اللہ رب العالمین ہی کے پاس ہے۔ ہم اور ہمارے ساتھی آپ لوگوں کے لئے دعائے خیر کرتے ہیں۔

اگر ہو سکے تو اپنے ادارے کے اغراض و مقاصد اور سرگرمیوں کی مختصر رپورٹ ضرور ارسال فرمائیں اور اس کے ساتھ ہی شائع کردہ لٹریچر بھی۔

روزانہ قرآن کا کچھ نہ کچھ حصہ ترجمے
❋ کے ساتھ ضرور پڑھیے ❋

ابنِ رشید

"آئینہ ان کو دکھایا تو بُرا مان گئے!"

"حبل اللہ" کی پچھلی اشاعت میں ہم نے جماعت اسلامی کے ترجمان ہفت روزہ "ایشیا" لاہور میں شائع شدہ مضمون اور اکابرینِ جماعت کا ایک اخباری بیان شائع کیا تھا جس پر ہمارے چند مہربان برا مان گئے۔

سچ پوچھئے تو ایسی تحریریں شائع کرتے ہوئے ہمیں بھی دکھ ہی ہوتا ہے لیکن ہم کیا کر سکتے ہیں۔ حقائق سے بہرحال صرفِ نظر تو نہیں کیا جا سکتا۔ اصل میں افسوس تو اس بات کا ہے کہ وہی جو کل تک دنیا کی اصلاح کرنے کا عزم لے کر اٹھے تھے اور تجدید احیائے دین کے علمبردار بن کر حقیقی کامیابی و کامرانی کا وہی طریقہ بتاتے تھے جو تمام انبیاء علیہم والسلام و آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رہا ہے، یعنی وہی دعوتِ توحید سے ابتداء اور کفر و شرک کا رد — جو تمام مسائل کا حل ہے — اور جو اسی راستے کو اسلامی نظام کے قیام کا فطری راستہ بتاتے تھے۔ جنھوں نے جگہ جگہ اپنی تحریروں میں اس مقصدِ حصول کے لئے ہر شارٹ کٹ طریقے کو غلط قرار دیا تھا۔ چاہے وہ کچھ سوشل ورک یعنی خدمت خلق کی طرز کا کام ہو یا سیاسی ہنگامہ آرائی سے کام لے کر کچھ حاکمانہ اختیارات حاصل کر کے اس منزل مقصود تک پہنچنا ہو۔ ان کا کہنا تھا کہ "یہ سب کچھ —— کچھ نہیں۔" "تحریک اسلامی کا یہ طریقہ کار نہیں۔ وہ اثر یا نفوذ و اقتدار جو دوسرے ذرائع سے پیدا کیا جائے۔ اس اصلاح کے کام میں کچھ بھی مددگار نہیں —— جو لوگ لاالٰہ الااللہ کے سوا کسی اور بنیاد پر آپ کے ساتھ ہیں وہ اس بنیاد پر تعمیر جدید کرنے میں کسی کام نہیں آ سکتے۔"

لیکن افسوس! وصد افسوس! ان ساری حقیقتوں کو بالیقہ اور اپنے قلم سے ایک عالم کو روشناس کرا لینے کے بعد خود دنیا کی فسوں کاری کا ایسے شکار ہوئے کہ ان کا عمل خود ان کے اپنے قول کی تردید بن گیا، دنیا کو صحیح راستہ بتلانے والوں نے خود غلط راہ اختیار کر لی —— سنتِ رسول کے مطابق انقلاب اسلامی کا فطری راستہ اختیار کرتے کرتے نہ جانے انھیں کیا ہوا کہ ہر مختصر راستے پر چل دیئے اور کوئی شارٹ کٹ انہوں نے نہیں چھوڑا —— یہ محض بے سروپا الزامات نہیں بلکہ ان کی آج کی روش اس پر گواہ ہے —— آیئے ان کی تحریروں کے آئینے میں ان کے موجودہ طرزِ عمل کی ایک جھلک دیکھتے ہیں کہ

یہ مودودی صاحب کی ان تحریروں کا عکس ہے جن کی بنیاد پر جماعت اسلامی قائم کی گئی تھی اور جنھیں آپ نے اپنی کتاب "سیاسی کشمکش" (حصہ سوم) میں مختلف عنوانات کے تحت جمع کر کے شائع کیا تھا۔

"اسلام کی دعوت اور مسلمان کا نصب العین" کے تحت ایک پیراگراف ملاحظہ فرمایئے۔

> قرآن میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہر نبی آتا ہے اور ایک ہی بات کی طرف اپنی قوم کو دعوت دیتا ہے: یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ۔ خواہ بابل کی سرزمین ہو یا ارض سدوم، یا ملک مدین، یا حجر کا علاقہ، یا نیل کی وادی۔ خواہ وہ چوتھی صدی قبل مسیح ہو یا انیسویں یا دسویں۔ خواہ وہ غلام قوم ہو یا آزاد و خستہ و درماندہ ہو یا ترقی دنیا کی بلندیوں کے بام عروج پر، ہر جگہ، ہر دور میں، ہر قوم میں اللہ کی طرف سے آنے والے پیغمبروں نے انسان کے سامنے ایک ہی دعوت پیش کی اور وہ یہی تھی کہ اللہ کی بندگی کرو

تحریک آزادی ہند اور مسلمان (حصہ دوم) ص ۱۰۸

اس کے سوا کوئی راہ نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم نے اپنی قوم سے صاف کہہ دیا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی تعاون، کوئی اشتراکِ عمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ تم بھی اس اصل الاصول کو تسلیم نہیں کرتے۔ [illegible]

[illegible]

انہیں زندگی کے سارے معاملات کو اسی نگاہ سے دیکھنا چاہیے جس سے انھوں نے دیکھا۔ [illegible]

[illegible]

بڑے بڑے جلسے، جلوسوں
اور زندہ باد کے
نعروں کا نشہ اتنا اثر انگیز تھا کہ
گندی سیاست بازی
اب ان کے نزدیک
اقامتِ دین کا درجہ رکھتی تھی

[illegible]

اب یہ تو کہہ دیجیے کہ اسلامی تحریک کے [illegible]

[illegible]

"اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے" کے زیرِ عنوان جو مقالہ آپ نے ۱۹۴۰ء میں تحریر کیا تھا (جو آج کل اسی نام سے کتابچے کی شکل میں بھی دستیاب ہے) اس میں "اسلامی تحریک کا مخصوص طریقِ کار" کے تحت آپ لکھتے ہیں ـــــ

اسلامی تحریک کا مخصوص طریقِ کار | اب میں ایک مختصر سے بیان کے ذریعہ سے اس امر کی تشریح کرنا چاہتا ہوں کہ اسلامی انقلاب کے لیے اجتماعی زندگی کی بنیادیں بدلنے اور ازسرِ نو تیار کرنے کی صورت کیا ہو سکتی ہے اور اس کا مخصوص طریقِ کار (Technique) کیا ہے جس سے وہ کامیابی کی منزل تک پہنچ سکتی ہے۔

اسلام دراصل اس تحریک کا نام ہے جو خدا نے واحد کی حاکمیت کے نظریہ پر انسانی زندگی کی پوری عمارت تعمیر کرنا چاہتی ہے، یہ تحریک قدیم ترین زمانہ سے ایک ہی بنیاد اور

ایک ہی ڈھنگ پر چلی آ رہی ہے۔ اس کے لیڈر وہ لوگ تھے جن کو رسل اللہ (خدا کے فرستادے) کہا جاتا ہے۔ ہمیں اگر اس تحریک کو چلانا ہے تو لامحالہ انہی لیڈروں کے طرز عمل کی پیروی کرنی ہوگی، کیونکہ اس کے سوا کوئی اور طرز عمل اس خاص نوعیت کی تحریک کے لیے نہ مناسب اور نہ ہو سکتا ہے۔

دنیا میں جہاں جو خرابی

بھی پائی جاتی ہے!

اس کی وجہ صرف ایک چیز ہے

اور وہ ہے

اللہ کے سوا کسی اور کی

حاکمیت تسلیم کرنا

اس معاملہ میں ہم کو صرف ایک ہی جگہ سے صاف اور مکمل رہنمائی ملتی ہے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہے۔ اس طرف ہمارے رجوع کرنے کی وجہ نری عقیدت مندی ہی نہیں ہے بلکہ دراصل اس راہ کے نشیب و فراز معلوم کرنے کے لیے اسی طرف رجوع کرنے پر ہم مجبور ہیں۔ اسلامی تحریک کے تمام لیڈروں میں سے صرف ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ تنہا لیڈر ہیں جن کی زندگی میں ہم کو اس تحریک کی ابتدائی دعوت سے لے کر اسلامی اسٹیٹ کے قیام تک اور پھر قیام کے بعد اس اسٹیٹ کی شکل، دستور، داخلی و خارجی پالیسی، اور نظم مملکت کے نیچے تک ایک ایک مرحلے اور ایک ایک

پہلو کی پوری تفصیلات اور نہایت مستند تفصیلات ملتی ہیں۔ لہٰذا میں اسی ماخذ سے اس تحریک کے طریق کار کا ایک مختصر نقشہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اسلام کی دعوت پر مامور ہوتے ہیں تو آپ کو معلوم ہے کہ دنیا میں بہت سے اخلاقی، تمدنی، معاشی اور سیاسی مسائل حل طلب تھے۔ رومی اور ایرانی امپیریلزم بھی موجود تھا، طبقاتی امتیازات بھی تھے، ناجائز معاشی انتفاع Economic Exploitation بھی ہو رہا تھا اور اخلاقی فساد بھی پھیلے ہوئے تھے۔ خود آپ کے اپنے ملک میں بہت سے ایسے پیچیدہ مسائل موجود تھے جو ایک لیڈر کے ناخن تدبیر کا انتظار کر رہے تھے

ساری قوم جہالت، اخلاق پستی، افلاس، طوائف الملوکی اور خانہ جنگی میں مبتلا تھی۔ یمن تک عرب کے تمام ساحلی علاقے، عراق کے زرخیز صوبے سمیت ایرانی تسلط میں تھے۔ شمال میں حجاز کی سرحد تک رومی تسلط پہنچ چکا تھا۔ خود حجاز میں یہودی سرمایہ داروں کے بڑے بڑے گروہ بنے ہوئے تھے اور انہوں نے عربوں کو اپنی سودخواری کے جال میں پھانس رکھا تھا۔ مشرقی ساحل کے عین مقابل حبش کی عیسائی حکومت موجود تھی جو چند ہی سال پہلے مکہ پر چڑھائی کر چکی تھی، اس کے ہم مذہب اور اس سے ایک گونہ معاشی و سیاسی تعلق رکھنے والوں کا ایک جتھا خود حجاز اور یمن کے درمیان نجران کے مقام پر موجود تھا۔ یہ سب کچھ تھا مگر جس لیڈر کو اللہ نے رہنمائی کے لیے مقرر کیا تھا اس نے دنیا کے اور خود اپنے ملک کے ان بہت سے مسائل میں سے کسی ایک مسئلہ کی طرف بھی توجہ نہ کی بلکہ دعوت اس چیز کی طرف دی کہ خدا کے سوا تمام الٰہوں کو چھوڑ دو اور صرف ایک اللہ کی بندگی قبول کرو۔

اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ اس رہنما کی نگاہ میں دوسرے مسائل کوئی اہمیت نہ رکھتے تھے یا وہ کسی توجہ کے لائق ہی نہ تھے۔ آپ کو معلوم ہی ہے کہ آگے چل کر اس نے ان سب

مسئلوں کی طرف توجہ کی اور ان سب کو ایک ایک کر کے حل کیا۔ مگر ابتدا میں ان سب طرف سے نظر پھیر کر اسی ایک چیز پر تمام زور صرف کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اسلامی تحریک کے نقطۂ نظر سے انسان کی اخلاقی و تمدنی زندگی میں جتنی خرابیاں بھی پیدا ہوتی ہیں ان سب کی بنیادی علت انسان کا اپنے آپ کو خود مختار (Independent) اور غیر ذمہ دار (Irresponsible) سمجھنا، بالفاظ دیگر آپ اپنا الٰہ بننا ہے، یا پھر یہ کہ وہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کو صاحب امر تسلیم کرے، خواہ وہ دوسرا کوئی انسان ہو یا غیر انسان۔ یہ چیز جب تک جڑ میں موجود ہے اسلامی نظریہ کی رو سے کوئی اوپری اصلاح، انفرادی بگاڑ یا اجتماعی خرابیوں کو دور کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ ایک طرف سے خرابی کو دور کیا جائے گا اور کسی دوسری طرف سے وہ سر نکال لے گی۔ لہٰذا اصلاح کا آغاز اگر ہو سکتا ہے تو صرف اسی چیز سے ہو سکتا ہے کہ ایک طرف تو انسان کے دماغ سے خود مختاری کی ہوا کو نکالا جائے اور اسے بتایا جائے کہ تو جس دنیا میں رہتا ہے وہ درحقیقت بے بادشاہ کی سلطنت نہیں ہے، بلکہ فی الواقع اس کا ایک بادشاہ موجود ہے، اور اس کی بادشاہی تیرے تسلیم کرنے کی محتاج ہے، نہ تیرے ہٹائے سے ہٹ سکتی ہے، نہ تو اس کے حدود سلطنت سے نکل کر کہیں جا سکتا ہے۔ اس اٹل اور اصل واقعہ کی موجودگی میں تیرا خود مختاری کا زعم ایک حماقت اور غلط فہمی کے سوا کچھ نہیں ہے جس کا نقصان لامحالہ تیرے ہی اوپر عائد ہوگا۔ عقل اور حقیقت پسندی (Realism) کا تقاضا یہ ہے کہ سیدھی طرح اس کے حکم کے آگے سر جھکا دے اور مطیع بندہ بن کر رہ۔ دوسری طرف اس کو واقعہ کا یہ پہلو بھی دکھا دیا جائے کہ اس پوری کائنات میں صرف ایک ہی بادشاہ، ایک ہی مالک اور ایک ہی مختار کار ہے۔ کسی دوسرے کو یہاں حکم چلانے کا حق ہے اور نہ واقع میں کسی کا حکم چلتا ہے۔ اس لیے

تو اس کے سوا کسی کا بندہ نہ بن۔ کسی کا حکم نہ مان، کسی کے آگے سر نہ جھکا۔ یہاں کوئی چیز نہیں

نہیں ہے۔ یہاں صرف ایک ہی قانون ساز ہے۔ یہاں کوئی چھوٹی بڑائی نہیں ہے۔ یہاں نیکی کی ساری کی ساری اسی ایک کے لئے خاص ہے۔ یہاں کوئی بزرگ ترین ٹیچ نہیں ہے۔ اداوت شب بطلبہ اسی ایک کا حصہ ہے۔ یہاں کوئی قانون ساز (Law Giver) نہیں ہے۔ قانون اسی کا ہے اور وہی قانون بنانے کا اختیار رکھتا ہے۔ یہاں کوئی سرکار، کوئی ان داتا، کوئی مالی لوگ کوئی دعائیں سننے والا اور بگڑی بنانے والا نہیں ہے۔ کسی کے پاس اقتدار کی کنجیاں نہیں ہیں۔ کسی کو برتری و قوت حاصل نہیں ہے۔ زمین سے آسمان تک سب بندے ہی بندے ہیں۔ رب اور حاکم صرف ایک ہے۔ ہر طرح کی غلامی، ہر اطاعت، ہر پابندی سے انکار ہے اور اسی ایک کا غلام، مطیع اور پابند حکم بن جانا ہے۔ تمام اصلاحات کی جڑ اور بنیاد ہے۔ اسی بنیاد پر انفرادی سیرت اور اجتماعی نظام کی پوری عمارت از سر نو ایک نئے نقشے پر اٹھتی ہے اور سارے مسائل جو انسانی زندگی میں آدم سے لے کر اب تک پیدا ہوئے اور اب سے قیامت تک پیدا ہوں گے، اسی بنیاد پر ایک نئے طریقے سے حل ہوتے ہیں۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بنیادی اصلاح کی دعوت کو بغیر کسی سابق تیاری اور بغیر کسی تمہیدی کارروائی کے براہ راست پیش کر دیا۔ انھوں نے اس دعوت کو منزل تک پہنچانے کے لئے کوئی ہیر پھیر کا راستہ اختیار نہ کیا کہ پہلے کچھ سیاسی یا سوشل ورک کا کام کر کے لوگوں میں اثر پیدا کیا جائے پھر اس اثر سے کام لے کر کچھ حاکمانہ اختیارات حاصل کیے جائیں، پھر ان اختیارات سے کام لے کر رفتہ رفتہ لوگوں کو چلایا جائے اس نظام تک۔ نہیں یہ سب کچھ نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ وہاں ایک شخص تھا، اور جس نے سیدھے ہی اس نے لا الہ الا اللہ کا اعلان کر دیا۔ اس سے کم کسی چیز پر ایک لمحہ کے لئے بھی اس کی نظر نہ ٹھہری۔ اس کی وجہ محض پیغمبرانہ کرامت اور جوش نہیں ہے۔ دراصل اسلامی تحریک کا مطلب ہی یہ ہے۔ دوسرا اثر یا وہ نفوذ و اقتدار جو دوسرے ذرائع سے پیدا کیا جائے، اس اصلاح کے کام میں کچھ بھی مددگار نہیں۔ جو لوگ لا الہ الا اللہ کے سوا کسی اور بنیاد پر اکٹھے ساتھ دیتے رہے ہیں وہ اس بنیاد پر تعمیر جدید کرنے میں آپ کے کسی کام نہیں آسکتے۔ اس کام میں تو وہی لوگ مفید ہو سکتے ہیں جو آپ کی طرف لا الہ الا اللہ کی آواز سن کر ہی آئیں اور اسی چیز میں ان کے لیے کشش ہو۔ اسی حقیقت کو وہ زندگی کی بنیاد بنائیں اور اسی اساس پر وہ کام کرنے کے لئے اٹھیں۔ لہذا اسلامی تحریک کو چلانے کے لیے جس خاص قسم کے ذہن اور سیرت عملی کی ضرورت ہے اس کا تقاضا یہی ہے کہ کسی تمہید کے بغیر کام کا آغاز اسی دعوت توحید سے کیا جائے۔

توحید کا یہ تصور محض ایک مذہبی عقیدہ نہیں ہے جیسا کہ میں ابھی عرض کر چکا ہوں، اس سے اجتماعی زندگی کا وہ نظام جو انسان کی خود مختاری یا غیر اللہ کی حاکمیت اور ربوبیت کی بنیاد پر قائم ہو، جڑ بنیاد سے اکھڑ جاتا ہے اور ایک دوسری اساس پر نئی عمارت تیار ہوتی ہے۔ آج دنیا آپ کے موذن کو اشہد ان لا الہ الا اللہ کی صدا بلند کرتے ہوئے اس لیے ٹھنڈے پیٹوں سن لیتی ہے کہ نہ پکارنے والا جانتا ہے کہ کیا پکار رہا ہوں، نہ سننے والوں کو اس میں کوئی معنی اور کوئی مقصد نظر آتا ہے۔ لیکن اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اس اعلان کا مقصد یہ ہے، اور اعلان کرنے والا جان بوجھ کر اس بات کا اعلان کر رہا ہے کہ میں کسی کو بادشاہ یا فرمانروا نہیں مانتا، کسی حکومت کو تسلیم نہیں کرتا، کسی قانون کو نہیں مانتا، کسی عدالت کی حدود اختیارات (Jurisdiction) کو نہیں مانتا،

(زمین پر جتنے کسی کو حکم دیے بے کہ نہیں ہے کوئی حدود اختیار کا مالک)

ایک قوم کے تمام افراد کو محض اس وجہ سے کہ وہ نسلاً مسلمان ہیں حقیقی معنی میں مسلمان فرض کر لینا اور امید رکھنا کہ ان کے اجتماع سے جو کام بھی ہوگا اسلامی اصول ہی پر ہوگا پہلی اور بنیادی غلطی ہے۔

(مسلم کی پہلی غلطی)

سیاسی کشمکش (سوم) ۱۷۳

امتیازی حقوق کسی کی ریاست، کسی کا تقدس، کسی کے اختیارات میں نہیں مانتا۔ اللہ کے سوا میں سب کا باغی اور سب سے منحرف ہوں، تو آپ ہرگز یہ توقع نہ رکھیں کہ اس صدا کو بھی ٹھنڈے پیٹوں برداشت کیا جائے گا۔ آپ خواہ کسی سے لڑنے جائیں یا نہ جائیں، دنیا خود آپ سے لڑنے آجائے گی۔ یہ آواز بلند کرتے ہی آپ کو یکایک محسوس ہوگا کہ زمین و آسمان آپ کے دشمن ہو گئے ہیں اور ہر طرف آپ کے لئے سانپ بچھو ہی بچھو ہیں۔

یہی صورت اس وقت پیش آئی جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آواز بلند کی۔ پکارنے والے نے جان کر پکارا تھا اور سننے والے سمجھتے تھے کہ کیا پکارا ہے۔ اس لیے جس جس پر بھی اس پکار کی ضرب پڑتی تھی وہ اس کو روکنے کے لیے کھڑا ہو گیا۔ پجاریوں کو اپنی برہمنیت و پاپائیت کا خطرہ، رئیسوں کو اپنی ریاست کا، ساہوکاروں کو اپنی ساہوکاری کا، نسلی برتری والوں کو اپنے نسلی تفوق (Racial Superiority) کا، قوم پرستوں کو اپنی قومیت کا، باپ دادا کے پرستاروں کو اپنے باپ دادا کے موروثی طریقہ کا، غرض ہر بت کے پرستار کو اپنے بت کے ٹوٹنے کا خطرہ۔ ایک ہی وقت میں محسوس ہوا۔ اس لیے کفر و شرک سب ایک ملت واحدہ بن کر آپ

گر تو برا نہ مانے ـــــ تو ـــــ آئینہ ایام میں آج اپنی ادا دیکھ

میں بڑھ سکتے تھے، اس نئی تحریک سے لڑنے کے لیے ایک ہو گئے۔ اس حالت میں صرف وہی لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے جن کا ذہن صاف تھا، جو حقائق کو سمجھنے اور تسلیم کرنے کی استعداد رکھتے تھے، جن کے اندر سچائی صداقت پسندی موجود تھی اور جب ایک چیز کے حق ہونے کو جان لیں کہ حق یہ ہے تو اس کی خاطر آگ میں کودنے اور موت سے کھیلنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ ایسے ہی لوگوں کی اس تحریک کے لیے ضرورت تھی

اس طریقہ کار کو بیان کرنے کے بعد جب ۱۹۴۱ء میں جماعت اسلامی قائم کی گئی اور اس کا دستور ترتیب دیا گیا تو اس میں پہلی ہی شرط عقیدے کی رکھی گئی۔ اور ایک مسلمان کا جو عقیدہ ہونا چاہیے اسے ان واشگاف الفاظ میں بیان کیا گیا:

دستور جماعت اسلامی

عقیدہ

۱۔ جماعت اسلامی کا بنیادی عقیدہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے، یعنی صرف اللہ ہی ایک الٰہ ہے، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

تشریح: اس عقیدہ کے پہلے جز یعنی اللہ کے الٰہ واحد ہونے اور کسی دوسرے کے الٰہ نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ زمین اور آسمان، اور جو کچھ آسمان و زمین میں ہے، سب کا خالق، پروردگار، مالک، مدبر اور حاکم صرف اللہ ہے، ان میں سے کسی حیثیت میں بھی کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ اس حقیقت کو جاننے اور تسلیم کرنے سے لازم آتا ہے کہ انسان اللہ کے سوا کسی کو اپنا ولی و کارساز، حاجت روا و مشکل کشا، فریاد رس اور حامی و ناصر نہ سمجھے، کیونکہ کسی دوسرے کے پاس کوئی اقتدار ہی نہیں ہے۔ اللہ کے سوا کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے والا نہ سمجھے، کسی سے تقویٰ اور خوف نہ کرے، کسی پر توکل نہ کرے، کسی سے امیدیں وابستہ نہ کرے کیونکہ تمام اختیارات کا مالک وہی اکیلا ہے۔ اللہ کے سوا کسی سے دعا نہ مانگے، کسی کی پناہ نہ ڈھونڈے، کسی کو مدد کے لیے نہ پکارے، کسی کو خدائی انتظامات میں ایسا دخیل اور زور آور بھی نہ سمجھے کہ اس کی سفارش سے قضائے الٰہی ٹل سکتی ہو، کیونکہ خدا کی سلطنت میں سب بے اختیار رعیت ہیں خواہ وہ فرشتے ہوں یا انبیاء یا اولیاء۔ اللہ کے سوا کسی کے آگے سر نہ جھکائے، کسی کی پرستش نہ کرے، کسی کو نذرانہ نہ دے، اور کسی کے ساتھ وہ معاملہ نہ کرے جو مشرکین

[illegible]

اپنے معبودوں کے ساتھ کرتے تھے، کیونکہ تنہا ایک اللہ ہی عبادت کا مستحق ہے۔ اللہ کے سوا کسی کو بادشاہ و مالک الملک، مقتدر اعلیٰ تسلیم نہ کرے، کسی کو بااختیار خود حکم دینے اور منع کرنے کا مجاز نہ سمجھے

کسی کو شارع اور قانون ساز نہ مانے، اور ان تمام طاقتوں کو قبول کرنے سے انکار کر دے جو ایک اللہ کی اطاعت سے آزاد اور اس کے قانون کی پابندی سے بے نیاز ہو کر اپنے حکم کا ایک ہی جائز مالک، اور اپنی خلق کا ایک ہی جائز حاکم اللہ ہے، اس کے سوا کسی کو اپنی خلق پر حاکمیت کا حق نہیں پہنچتا۔

نیز اس عقیدہ کو قبول کرنے سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ انسان اپنی آزادی و خود مختاری سے دست بردار ہو جائے، اپنی خواہش نفس کی بندگی چھوڑ دے اور اللہ کا بندہ بن کر رہے جس کو اس نے الٰہ تسلیم کیا ہے۔ اپنے آپ کو کسی چیز کا مالک و مختار نہ سمجھے، بلکہ ہر چیز حتیٰ کہ اپنی جان، اپنے اعضاء، اور اپنی ذہنی و جسمانی قوتوں کو بھی اللہ کی ملک اور اس کی طرف سے امانت سمجھے۔ اپنے آپ کو اللہ کے سامنے ذمہ دار اور جواب دہ سمجھے اور اپنی قوتوں کے استعمال اور اپنے برتاؤ اور تصرفات میں ہمیشہ اس حقیقت کو ملحوظ رکھے کہ اسے آخرت میں ان سب چیزوں کا حساب دینا ہے۔ اپنی پسند کا معیار اللہ کی پسند کو اور اپنی ناپسندیدگی کا معیار اللہ کی ناپسندیدگی کو بنائے۔ اللہ کی رضا اور اس کے قرب کو اپنی تمام سعی و جہد کا مقصود

یہ انبوہِ عظیم
جس کو مسلمان قوم کہا جاتا ہے
اس کا حال یہ ہے
کہ اس کے ۹۹۹ فی ہزار افراد
نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں
نہ حق و باطل کی تمیز
سے آشنا ہیں۔

اور اپنی پوری زندگی کا محور ٹھہرائے۔ اپنے لیے اخلاق میں، برتاؤ میں، معاشرت اور تمدن میں، معیشت اور سیاست میں، غرض زندگی کے ہر معاملہ میں صرف اللہ کی ہدایت کو ہدایت اور صرف اللہ کے مقرر کیے ہوئے ضابطہ کو ضابطہ تسلیم کرے، اور ہر اس طریقہ کو رد کر دے جس کا اللہ کی طرف سے ہونا ثابت نہ ہو۔

اس عقیدہ کے دوسرے جز یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول اللہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سلطان کائنات کی طرف سے روئے زمین پر بسنے والے انسانوں کو حق آخری نبی کے ذریعہ سے مستند ہدایت نامہ اور ضابطہ قانون بھیجا گیا، اور جس کو اس ضابطہ کے مطابق کام کر کے ایک عملی نمونہ قائم کر دینے پر مامور کیا گیا وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

انتخابات

زندگی و موت کا

مسئلہ بن چکے تھے

۲۱۰

اس امر واقعی کو جانتے و تسلیم کرتے ہوئے کہ اسلام آفتاب کی طرح روشن ہے، [illegible] اور اس ہدایت کو سچا جان کر قبول کرے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو۔ اس کو کسی ایسی چیز پر آمادہ کرنے کے لیے اور کسی طریقہ کی پیروی سے روک دینے کے لیے صرف اتنی بات کافی ہو کہ اس چیز [illegible] ثابت ہو [illegible] دوسری دلیل اس کی اطاعت و رغبت نہ ہو۔

رسول خدا کے سوا [illegible] دوسرے انسانوں کی پیروی کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے تحت ہو [illegible] اپنی زندگی کے ہر معاملہ میں خدا کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کو حجت [illegible] ہر وہ طریقہ [illegible] کتاب و سنت کے مطابق ہو اسے اختیار کرے اور جو اس کے خلاف ہو [illegible] صحیح طلب ہو اس سے عمل کرنے کے لیے اس [illegible] ہدایت کی طرف رجوع کرے [illegible] تمام محبتیں اپنے دل سے نکال دے خواہ وہ شخصی ہوں یا خاندانی یا قبائلی ہوں یا قومی و وطنی یا فرقی و گروہی۔ کسی کی محبت و عقیدت ایسی گرفتار نہ ہو کہ رسول خدا کے لائے ہوئے حق کی محبت و عقیدت پر وہ غالب آ جائے یا اس کی مقابل بن جائے۔ رسول خدا کے سوا کسی انسان کو معیار حق نہ بنائے، کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے، کسی کی غلامی [illegible] ہر ایک کو خدا کے بتائے ہوئے اسی معیار کامل پر جانچے اور پرکھے اور جو اس معیار کے لحاظ سے جس درجہ میں ہو اس کو اسی درجہ میں رکھے۔

لیکن آخر کار اتنے شاندار طریقے سے دعوتِ حق کی ابتدا کرنے والوں کا کیا حال ہوا ـــــ؟ چند ہی سال بعد جب انھیں اس راستے کی طویل مسافت اور اس میں پیش آنے والی مشکلات و مصائب کا اندازہ ہوا تو دھیرے دھیرے اس راہِ پُرخطر کو چھوڑ کر مختصر آسان و سہل راستہ اختیار کر لیا گیا پھر "سوشل ورک" کرنے کیلئے "شعبۂ خدمتِ خلق" کھولا گیا اور سیاسی ہنگامہ آرائی کے لئے جمہوریت کا علم بلند کیا گیا۔ وہی جمہوریت جس کے بارے میں چند سال پہلے مودودی صاحب کے خیالات تھے کہ

مسلمان ہونے کی حیثیت سے میرے لیے اس مسئلہ میں بھی کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ ہندوستان میں جہاں جہاں مسلمان کثیر التعداد ہیں وہاں ان کی حکومت قائم ہو جائے۔ میرے نزدیک جو سوال سب سے مقدم ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے اس پاکستان میں نظام حکومت کی اساس خدا کی حاکمیت پر رکھی جائے گی یا مغربی نظریۂ جمہوریت کے مطابق عوام کی حاکمیت پر؟ اگر پہلی صورت ہے تو یقیناً یہ پاکستان ہوگا ورنہ بصورت دیگر یہ ویسا ہی ناپاکستان ہوگا جیسا ملک کا وہ حصہ ہوگا جہاں آپ کی اسکیم کے مطابق غیر مسلم حکومت کریں گے بلکہ خدا کی نگاہ میں یہ اس سے زیادہ ناپاک، اس سے زیادہ مبغوض و ملعون ہوگا کیونکہ یہاں اپنے آپ کو مسلمان کہنے والے وہ کام کریں گے جو غیر مسلم کرتے ہیں۔

میں یہ پہلے سے ظاہر کر دوں کہ جو قومی ریاست جمہوری طرز پر قائم ہوگی وہاں [illegible] اسلامی حکومت میں [illegible] کس طرح مددگار ہو سکتا ہے۔ جمہوری حکومت میں اقتدار ان لوگوں کے ہاتھوں میں آتا ہے جن کو ووٹروں کی پسندیدگی حاصل ہو۔ ووٹروں میں اگر اسلامی ذہنیت اور اسلامی فکر نہیں ہے، اگر وہ صحیح اسلامی کیرکٹر کے عاشق نہیں ہیں، اگر وہ اس کے عدل اور ان بے لچک اصولوں کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں جن پر اسلامی حکومت چلائی جاتی ہے، تو ان کے ووٹوں سے کبھی مسلمان قسم کے آدمی منتخب ہو کر پارلیمنٹ یا اسمبلی میں نہیں آ سکتے۔ اس ذریعہ سے تو اقتدار انہی لوگوں کو ملے گا جو مردم شماری کے رجسٹر میں چاہے مسلمان ہوں، مگر اپنے نظریات اور طریق کار کے اعتبار سے [illegible] جن کو اسلام کی ہوا بھی نہ لگی ہو۔ اس قسم کے لوگوں کے ہاتھوں میں اقتدار آنے کے معنی یہ [illegible]

۱۴۰

کم از کم اسی مقام پر کھڑے ہیں جس مقام پر غیر مسلم حکومت میں تھے، بلکہ اس سے بھی بدتر مقام پر کیونکہ وہ قومی حکومت جس پر اسلام کا جھوٹا لیبل لگا ہوگا، انقلاب کا راستہ روکنے میں اس سے بھی زیادہ جری اور بے باک ہو گی جتنی غیر مسلم حکومت ہوتی ہے۔ غیر مسلم حکومت جن کاموں پر قید کی سزا دیتی ہے، وہ مسلم قومی حکومت ان کی سزا پھانسی اور جلاوطنی کی صورت میں دے گی، اور پھر بھی اس حکومت کے لیڈر جیتے جی غازی اور مرنے پر رحمۃ اللہ علیہ ہی رہیں گے۔ پس یہ سمجھنا غلطی ہے کہ اس قسم کی قومی حکومت کسی معنی میں بھی انقلاب لانے میں مددگار ہو سکتی ہے۔

نیز اس موقع پر ہمیں جماعت اسلامی کے ممتاز دانشور و اہلِ قلم نعیم صدیقی صاحب کی وہ مبنی بر حقیقت بات یاد آ گئی جو انہوں نے جنوری ۱۹۸۳ء کے ماہنامہ "ترجمان القرآن" میں "اشارات" تحریر کرتے ہوئے نیچے حاشیے میں کہی ہے ـــــ صدیقی صاحب کو شکوہ ہے کہ "ہمارے ہاں کے انسانی مواد کی [illegible] میں کوئی ایسی کمی ہے کہ ان "اسلامی لوگوں" میں جماؤ اور ٹھہراؤ یا استقامت نہیں ہے، دس بیس برس جم کر اگر ایک نصب العین کے لئے کام کرنا پڑے تو بمشکل آدھی تعداد بھی نکلے گی" (واضح رہے کہ مودودی صاحب کی وفات کے بعد ان کے رسالے "ترجمان القرآن" کا اداریہ "اشارات" نعیم صدیقی صاحب ہی تحریر فرماتے ہیں۔

گر تو برا نہ مانے ـــــ تو ـــــ آئینہ ایام میں آج اپنی ادا دیکھ

سیاست

جمہوریت کے بارے میں اتنے واضح اور صحیح خیالات رکھنے والے چند ہی سال بعد جمہوریت کے سب سے بڑے چیمپئن بنے ہوئے تھے ملاحظہ فرمائیں۔

لاہور ۲۹ دسمبر ـــ مولانا مودودی

آج شام ایک دعوت میں تقریر کر رہے تھے جس کا اہتمام مقامی جمہوری پارٹی کے رہنما ملک نذر الرحمٰن نے جماعت اسلامی کی مرکزی مجلس شوریٰ کے اعزاز میں کیا تھا۔ مولانا مودودی نے استقبالیہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا " میں اور میری جماعت اسلامی اقدار جمہوری طریق ہائے کار اور قومی سیاست پر یقین رکھنے والی جماعتوں سے تعاون اور وسیع تر اتحاد کے لئے کوشاں رہیں گے۔ جماعت اسلامی کی پوری کوشش ہوگی کہ آئندہ انتخابات میں ہم خیال جماعتوں کے درمیان کسی بھی مسئلہ پر کوئی اختلاف پیدا نہ ہو"

(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۳۰ دسمبر ۱۹۶۹ء)

لاہور ۱۸ اپریل امیر جماعت اسلامی مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی نے کہا ہے کہ وہ عنقریب متحدہ محاذ کے رہنماؤں سے ملاقات کریں گے۔ جس کے بعد وہ صدارتی اور بنیادی جمہوریتوں کے انتخابات کے متعلق موثر مہم شروع کریں گے۔" انہوں نے مزید کہا کہ " جماعت اسلامی بنیادی جمہوریتوں کے انتخابات میں زیادہ سے زیادہ حصہ لے گی۔"

(روزنامہ نوائے وقت لاہور اکتوبر ۱۹۶۳ء)

ـــــ مزید دیکھئے ـــــ دعوتِ توحید کو اولین مسئلہ اور شرک کو بنیادی خرابی بتانے والوں نے کس طرح پینترا بدلا ہے ـــــ

راولپنڈی ۲۳ فروری مولانا مودودی

آج یہاں جمہوری مجلس عمل کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان جلسے سے خطاب کر رہے تھے جس میں ایک لاکھ سے زائد افراد شریک تھے مولانا نے کہا اولین مسئلہ بالغ رائے دہی کی بنیاد پر قیادت کی منتقلی اور ایک اسمبلی پارلیمنٹ کا قیام جو جمہوریت اور قانون سازی کا مکمل اختیار رکھتی ہو۔ آپ نے پہلے بنیادی خرابی کو دور کرنے پر زور دیا۔ آپ نے کہا بنیادی خرابی سرمایہ دارانہ نظام کا تسلط ہے۔

روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۳ فروری ۱۹۶۹ء صفحہ آخر

اس بات کو بھول جائیے کہ چند ہی سال پہلے یہ الفاظ بھی آپ نے ہی تحریر کئے تھے

سیاسی کشمکش (۳) ۱۳۰ اسلامی جمہوری حکومت کی راہیں

ایک قوم کے تمام افراد کو محض اس وجہ سے کہ وہ نسلاً مسلمان ہیں حقیقی معنوں میں مسلمان فرض کر لینا اور یہ امید رکھنا کہ ان کے اجتماع سے جو کام بھی ہوگا اسلامی اصول ہی پر ہوگا پہلی اور بنیادی غلطی ہے۔ یہ انبوہ عظیم جس کو مسلمان قوم کہا جاتا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس کے ۹۹۹ فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں، نہ حق اور باطل کی تمیز سے آشنا

ہیں، نہ ان کا اخلاقی نقطۂ نظر اور ذہنی رویہ اسلام کے مطابق تبدیل ہوا ہے۔ باپ سے بیٹے اور بیٹے سے پوتے کو بس مسلمان کا نام ملتا چلا آ رہا ہے اس لیے یہ مسلمان ہیں۔ نہ انھوں نے حق کو حق جان کر اسے قبول کیا ہے، نہ باطل کو باطل جان کر اسے ترک کیا ہے۔ ان کی کثرت رائے کے ہاتھ میں باگیں دے کر اگر کوئی شخص یہ امید رکھتا ہے کہ گاڑی اسلام کے راستے پر چلے گی تو اس کی خوش فہمی قابل داد ہے۔

حق کو جمہوری طریقے پر چلایا اسی طرف جائے گا جو ان کی غرض پوری ہوتی ہیں، جہاں ایسے لوگوں کی اکثریت ہو وہاں کبھی یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ عام انتخاب میں ان کے ووٹوں سے وہ صالحین منتخب ہوں گے جو منہاج نبوت پر حکومت کرنے والے ہوں۔ جمہوری انتخاب کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے دودھ کو بلو کر مکھن نکالا جاتا ہے۔ اگر دودھ زہریلا ہو تو اس سے جو مکھن نکلے گا وہ قدرتی بات ہے کہ دودھ سے زیادہ زہریلا ہوگا۔ اسی طرح سوسائٹی اگر بگڑی ہوئی ہو تو اس کے ووٹوں سے وہی لوگ منتخب ہو کر برسر اقتدار آئیں گے جو اس سوسائٹی کی خواہشات نفس سے سند قبولیت حاصل کر سکیں گے۔

" ہمارے مذہب (شیعہ) کی بنیادی تعلیمات میں یہ عقیدہ موجود ہے کہ ہمارے آئمہ کرام کو اللہ کے حضور اتنا تقرب حاصل ہے کہ جسے نہ کوئی مقرب فرشتہ پا سکا ہے نہ کوئی نبیِ مرسل۔"

امام خمینی

ـــــ کہ امیر حزم کے اکثر منافقوں کی کے اثر و رسوخ سے حکومت میں جلوہ افروز

سیاسی کشمکش (۳) ۶۵ اسلام کی حکومت کا نصب العین

کیا جاتا ہے تو مسلمان کے نزدیک درحقیقت اس سے کوئی فرق بھی واقع نہیں ہوتا۔ بات کیا مسلمان اگیا۔ ایک جھوٹے خدا نے دوسرے جھوٹے خدا کی جگہ لے لی۔ باطل کی زندگی جیسی تھی ویسی ہی رہی۔ کون مسلمان اس کو آزادی کے لفظ سے تعبیر کر سکتا ہے جہاں اللہ لا یحبو السیئ ... بالسیئ ... ولکن یمحو السیئ بالحسن ان الخبیث لا یمحو الخبیث

غلط جمہوریت ہوتی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ بدی کو بدی سے نہیں بلکہ نیکی سے مٹانا چاہیے۔ ناپاک کو ناپاک کر دو سرا ناپاک اس کی جگہ لے تو پاکی کہاں ہو۔

گر تو برا نہ مانے ——— تو ——— آئینہ ایام میں آج اپنی ادا دیکھ

دنیا میں جہاں جو خرابی بھی پائی جاتی ہے اس کی جڑ صرف ایک چیز ہے، اور وہ یہ ہے کہ انسان اللہ کے سوا کسی اور کی حاکمیت تسلیم کرتا ہے۔ یہی ام الخبائث ہے، یہی اصل جڑ ہے جس کی بدولت اسی سے وہ شجرِ خبیثہ پیدا ہوتا ہے جس کی شاخیں پھیل پھیل کر انسان پر مصیبتوں کی گھٹا بن کر چھا گئی ہیں۔ یہ جڑ جب تک باقی ہے، آپ شاخوں کی جتنی چاہیں قطع و برید کر لیں، بجز اس کے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا کہ ایک طرف سے مصائب کا نزول بند ہو جائے اور دوسری طرف سے شروع ہو جائے۔

ڈکٹیٹرشپ یا مطلق العنان بادشاہی کو مٹایا جاتا ہے تو حاصل یہ ہوتا ہے کہ ایک انسان یا ایک خاندان خدائی کے مقام سے ہٹ جاتا ہے اور اس کی جگہ پارلیمنٹ خدا بن جاتی ہے۔ مگر کیا اس طریقہ سے انسانیت کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے؟ کیا ظلم اور بغاوت اور فساد فی الارض سے وہ جگہ خالی ہے جہاں پارلیمنٹ کی خدائی ہے؟

اللہ کی حاکمیت سے منہ موڑ کر انسان کے لیے زیادہ سے زیادہ بہتر نصب العین جو ہو سکتا ہے وہ یہی ہے کہ دنیا میں مکمل جمہوریت قائم ہو جائے یعنی لوگ یہ سمجھیں کہ آپ اپنے حاکم ہیں، لیکن نتیجہ نکلتا اس سے یہ ہے کہ جو حالت دنیا میں رونما ہو چکی ہے اور ہو رہی ہے۔[1] غور طلب سوال یہ ہے کہ اگر یہ صورت رونما ہو جائے تو کیا اس فرضی جنت میں انسان خود اپنے نفس کے شیطان یعنی اس جاہل اور نادان خدا کی خدائی سے بھی آزاد ہو جائے گا جس کے پاس خدائی کرنے کے لیے نہ علم ہے، نہ حکمت، نہ عدل و راستی، بلکہ شہوات، حرص، خواہشات ہی خواہشات ہیں، اور وہ بھی جاہلانہ خواہشات۔

، آخر ایسا کیوں ہوا

اس کی وجہ بھی ہم بتائے دیتے ہیں، دیکھئے ——— !

کراچی ۱۷ اکتوبر (نمائندہ خصوصی) امیر جماعت اسلامی پاکستان مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کا کراچی پہنچنے پر شاندار استقبال کیا گیا۔ جوں ہی کراچی ایکسپریس اسٹیشن کی حدود میں داخل ہوئی فضا نعرہ تکبیر، مولانا زندہ باد، جمہوریت زندہ باد، جماعت اسلامی زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھی۔
(روزنامہ "نوائے وقت" لاہور ۱۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء)

[1] تحریکات فکری — حقیقی جمہوریت آج تک دنیا میں بھی قائم نہیں ہو سکی اور عملاً ایسا ہونا عملاً محال ہے۔

ہم جمہوریت کیلئے آخر دم تک لڑیں گے مولانا مودودی کا بیان

محترمہ فاطمہ جناح کی صدارتی انتخاب کے لئے حمایت عین اسلام کے مطابق ہے

کراچی ۸ ستمبر (اسٹاف رپورٹر) امیر جماعت اسلامی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے کہا کہ عوام نے محبت کے ساتھ استقبال کر کے واضح کر دیا ہے کہ ان کے دل کس کے ساتھ ہیں۔ وہ آج رات یہاں سٹی اسٹیشن کے باہر ایک بڑے ہجوم سے خطاب کر رہے تھے۔ جس نے ان کی یہاں آمد پر زندہ باد کے نعروں سے استقبال کیا اور پھولوں کے ہار پہنائے ——— مولانا مودودی اس کے بعد کار میں روانہ ہو گئے، ہجوم جماعت اسلامی، مولانا مودودی، اسلامی نظام، جمہوریت زندہ باد اور آمریت مردہ باد کے نعرے لگا رہا تھا۔

شہید ادارہ
اور شعبۂ آدم کے درمیان ایک خصوصی ملاقات میں مولانا مودودی نے نمائندہ جنگ کو بتایا کہ ——— ہم جمہوریت کے لئے آخر دم تک لڑتے رہیں گے اور ہمارا مقصد اس ملک میں اسلامی نظام قائم کرنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جماعت اسلامی نے محترمہ فاطمہ جناح کے صدارتی انتخاب کے لئے حمایت کی ہے وہ عین اسلام کے مطابق ہے۔
(روزنامہ جنگ، کراچی ۹ ستمبر ۱۹۶۴ء صفحہ اول پانچواں کالم)

اب آپ خود ہی فیصلہ کیجئے کہ اگر یہ اچھی لکھی ہوئی تحریروں پر خود ہی عمل کرتے تو کیا یہ سب کچھ ممکن تھا ——— اتنا شاندار استقبال، لاکھوں کے جلسے، جلوس، زندہ باد کے نعرے ——— نہیں ہم سمجھتے ہیں کہ ایسا کبھی بھی نہیں ہو سکتا کہ آپ حق کی سچی دعوت دیں اور قوم آپ کو سینے سے لگانے کے لئے تیار ہو، آپ اقامت دین کا داعیہ رکھتے ہوں۔ اور آپ کی قوم آپ پر پھولوں کی بارش برسائے، نہیں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ توحید کی بات کرنے والوں پر تو پتھروں کی بارش ہوئی ہے، ان کا استقبال راہ میں کانٹے بچھا کر کیا گیا ہے۔ اس دعوت کے اٹھنے کے بعد پھر زندہ باد کے نعرے نہیں لگتے، بلکہ انبیا بنو اسرائیل کی طرح ناحق قتل کیا جاتا ہے یا پھر قوم فاذا ھم فریقان یختصمون ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح دیس نکالا دے دیتی ہے۔ لیکن یہاں تو پرجوش استقبالوں بڑے بڑے جلسے جلوسوں اور زندہ باد کے نعروں کا نشہ اتنا اثر انگیز تھا کہ گندی سیاست بازی اب ان کے نزدیک اقامت دین کا درجہ رکھتی تھی اور زندگی و موت کا مسئلہ بن چکی تھی۔

"حقیقی جمہوریت آج تک دنیا میں قائم نہ ہو سکی اور ایسا ہونا عملاً محال ہے۔"
——— مولانا مودودی (سنہ ۱۹۴۰ء)

خاتون پاکستان کی کامیابی سے عوام کے بنیادی حقوق بحال ہو جائیں گے

"آئندہ انتخابات ہماری زندگی اور موت کا مسئلہ ہیں" سید ابوالاعلیٰ مودودی

سرگودھا ۱۷ اکتوبر (نمائندہ خصوصی) امیر جماعت اسلامی پاکستان مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے اعلان کیا ہے کہ "آئندہ انتخابات ہماری زندگی اور موت کا مسئلہ ہیں" آپ نے کہا "ظلم و استبداد بالآخر ناکام ہوتا ہے اور حق و صداقت کو فتح و نصرت ہوتی ہے آپ نے خبردار کیا کہ کسی زیادتی کا جواب زیادتی سے نہ دیا جائے" مولانا مودودی نے یقین ظاہر کیا کہ مادر ملت کی کامیابی آمریت کے خاتمہ اور اسلام و جمہوریت کے نظام کے لئے راستے ہموار کرے گی ان کی کامیابی کے بعد ملک میں جمہوریت کا دور دورہ ہوگا اور عوام کے بنیادی حقوق بحال ہو جائیں گے۔

زندگی اور موت کا مسئلہ

امیر جماعت اسلامی جناب سید ابوالاعلیٰ مودودی نے کل شام چار بجے کمپنی باغ سرگودھا میں رفقاء جماعت اسلامی سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ "یہ انتخابات عام نوعیت کے سیاسی انتخابات نہیں بلکہ جبر و استبداد کے مقابلے میں ہماری زندگی اور موت کا مسئلہ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جبر و استبداد کبھی آسانی سے ہتھیار نہیں ڈالتا بلکہ شکست کے آخری مرحلے میں وہ زیادہ خطرناک حربے استعمال کرتا ہے۔ آپ نے کہا کہ ہمیں صبر و حکمت کے ساتھ ان مراحل کا مقابلہ کرنا ہوگا مولانا نے الزام عائد کیا کہ موجودہ حکمران طبقہ نے انتخابات جیتنے کے لئے جماعت اسلامی کو انتخابات سے پہلے ختم کرنے کی کوشش کی اور اب بھی وہ اس جماعت کو کسی نہ کسی طرح ختم کرنے کے اقدامات منصوبے سوچ رہا ہے لیکن ظلم و ستم کا دور حکومت چند دنوں کا کھیل ہوتا ہے اور بالآخر ایسا دور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گمنامی کے گڑھے میں دفن ہو کر رہ جاتا ہے۔ آپ نے کہا اسلامی طرز حکومت کے قیام کو ہم اپنا مشن بنائے ہوئے ہیں چنانچہ یہ سیاسی جنگ بھی اب ہمارے لئے اقامت دین کا مسئلہ بن چکی ہے مولانا نے مزید کہا کہ جب سے جماعت اسلامی قائم ہوئی ہے اس وقت سے ہم اسلامی نظام حکومت کے قیام کی کوششوں میں مصروف ہیں اور آج تک ہم نے جمہوری اور آئینی طریقہ سے اسلامی نظام حکومت کے لئے پر خلوص کوشش کی ہے۔ آپ نے کہا کہ ہمارا انتخابات میں حصہ لینے کا مقصد بھی یہی ہے"

(روزنامہ "نوائے وقت" لاہور ۱۸ اکتوبر ۱۹۶۴ء صفحہ اول کی شہ سرخی)

"جماعت اسلامی نے گزشتہ ۳۰ سالوں میں شیعہ برادری کے خلاف کوئی کام نہیں کیا ہے"

"مختلف فرقوں کے بارے میں ایک اور سوال کا جواب دیتے ہوئے مولانا نے کہا کہ جماعت اسلامی میں اہل حدیث، بریلوی، دیوبندی اور شیعہ تمام فرقوں کے لوگ شامل ہیں اور ان میں کبھی کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔ ہر شخص اپنے مسلک کے مطابق عمل کرتا ہے۔ اگر جماعت اسلامی برسر اقتدار آگئی تو ہر فرقے کے پیروکار کو اپنے مسلک پر عمل کرنے کی پوری اجازت ہوگی کچھ بے خبر لوگ کسی علم کے بغیر دعوے کر رہے ہیں یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ جماعت اسلامی برسر اقتدار آنے کے بعد نذر و نیاز اور مزاروں پر چادریں چڑھانے پر پابندی لگا دے گی"

روزنامہ "جسارت" کراچی ۱۰ جون ۱۹۷۰ء صفحہ اول کی شہ سرخی

جمہوری انتخاب کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے دودھ کو بلو کر مکھن نکالا جاتا ہے۔ اگر دودھ زہریلا ہوگا۔ تو اس سے جو مکھن نکلے گا وہ دودھ سے زیادہ زہریلا ہوگا

(حاشیہ نمبر ۱ اور حاشیہ نمبر ۲ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

اب اصل

مسئلہ ووٹ حاصل کرنا تھا جس کے لئے قوم کی اکثریت کو راضی کرنا بہت ضروری تھا۔ اس لئے اب ہر ایک کو یقین دلانا پڑ رہا تھا کہ تمہارے اصل خیر خواہ تو ہم ہیں۔ اگر تمہیں کسی قسم کی غلط فہمی ہے تو اسے دور کر لو اور ہمیں اپنا سمجھو ——

کراچی ۱۰ جون (دستگاہ رپورٹر) مولانا مودودی آج شام اپنی قیام گاہ واقع ... میں عام ملاقاتیوں کے سوالات کے جوابات دے رہے تھے "——" مولانا نے کہا کہ جماعت اسلامی شیعہ حضرات کی مخالف نہیں ہے اور اس سلسلہ میں کوئی غلط فہمی باقی نہیں رہنی چاہئے۔ اہل تشیع کئی مواقع پر جماعت کے ساتھ تعاون کر چکے ہیں اور

"ہم جمہوریت کے لئے آخر دم تک لڑیں گے" مولانا مودودی (۲۰ اکتوبر ۱۹۶۴ء)

گر تو براں نہ مانے تو ـــــ آئینہ ایام میں آج اپنی ادا دیکھ

[illegible]

ولایت کا مقام

[illegible]

اونچی قبر برابر کر دی جائے

عَنْ أَبِي الْهَيَّاجِ الْأَسَدِيِّ قَالَ قَالَ لِي عَلِيٌّ أَلَا أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا تَدَعَ تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتَهُ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ابو الہیاج اسدی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ اے ابو الہیاج کیا میں تم کو اس کام کیلئے نہ بھیجوں جس کام کے لئے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا اور وہ کام یہ ہے کہ جاؤ اور جو تصویر تم کو نظر آئے اس کو مٹا دو اور جو قبر اونچی ملے اسے برابر کر دو۔ (مشکوۃ صفحہ ۱۴۸ ، مسلم)

[illegible]

"جماعت اسلامی شیعہ حضرات کی مخالف نہیں اور نہ ہی جماعت نے گذشتہ ۲۳ سالوں میں شیعہ برادری کے خلاف کوئی کام کیا ہے"

ـــــ مولانا مودودی

عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ وَأَنْ يُبْنَى عَلَيْهِ وَأَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو پختہ بنانے سے منع فرمایا اور اس سے بھی کہ قبر کے اوپر کوئی عمارت بنائی جائے یا قبر پر بیٹھا جائے (مسلم)

اب اگر مودودی صاحب کے حواری مندرجہ بالا تحریروں کی یہ تاویل کریں کہ اس وقت تک چونکہ پاکستان نہیں بنا تھا اور حالات دوسرے تھے اب جبکہ پاکستان بننے کے بعد حالات بدل چکے ہیں، اس لئے جماعت نے بھی اپنا طریقہ کار بدل لیا اور موجودہ طریقہ وقت اور حالات کو دیکھتے ہوئے مصلحتاً اختیار کیا گیا ہے۔ جب اقتدار ہمارے ہاتھوں میں آ جائے گا تو ہم اسلام

نافذ کر دیں گے۔

مگر ہماری نظر میں یہ بات ایک بیوقوفی کے سوا اور کچھ نہیں۔ کیونکہ ایک مسلمان کے شایانِ شان تو وہی طریقِ کار ہو سکتا ہے جسے محترم مودودی صاحب نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

> "لفظ مسلمان" اگر کوئی بے معنی لفظ ہے اور محض قوم کے طور پر انسانوں کے کسی گروہ کے لیے استعمال ہونے لگا ہے تب تو مسلمانوں کو پوری آزادی حاصل ہونی چاہیے کہ اپنی زندگی کے لیے جو مقصد چاہیں قرار دے لیں اور جن طریقوں پر چاہیں کام کریں لیکن اگر یہ لفظ ان لوگوں کے لیے استعمال ہوتا ہے جنہوں نے اسلام کو بطور مسلک کے قبول کیا ہے تو یقیناً مسلمانوں کے لیے کوئی نظریہ، کوئی مقصد اور کوئی طریق کار اسلام کے نظریہ، مقصد اور طریق کار کے سوا نہیں ہو سکتا۔ غیر اسلامی نظریہ اور پالیسی اختیار کرنے کے لیے حالات زمانہ اور مقتضیات وقت کا بہانہ کوئی بہانہ نہیں ہے۔ مسلمان جہاں جس ماحول میں بھی ہوں گے ان کو وقتی حوادث اور مقامی حالات و معاملات سے بہرحال سابقہ پیش آئے گا۔ پھر وہ اسلام آخر کس کام کا اسلام ہے جس کا اتباع صرف مخصوص حالات ہی میں کیا جائے اور جب حالات دگرگوں ہوں تو اسے چھوڑ کر کسی اور کوئی دوسرا نظریہ اختیار کر لیا جائے۔ دراصل تمام مختلف حالات میں اسلام کے سوا
>
> سیاسی کشمکش (سوم) ۹۶ اسلامی ...

> وہ بنیادی مقصد کے مطابق طرز عمل اختیار کرنا ہی مسلمان ہونا ہے۔ ورنہ اگر مسلمان ہر جا جائے اور ہر حال کو ایک جداگانہ نقطہ نظر سے دیکھنے لگیں اور ہمیشہ سرتج و عمل دیکھ کر ایک نئی پالیسی وضع کر لیا کریں جس کو اسلام کے نظریہ و مقصد سے کوئی لگاؤ نہ ہو تو ایسے مسلمان ہونے میں اور نا مسلمان ہونے میں قطعاً کوئی فرق نہیں۔ ایک مسلک کی پیروی کے معنی ہی یہ ہیں کہ آپ جس حال میں بھی ہوں آپ کا نقطہ نظر اور طریق کار اس مسلک کے مطابق ہو نہ کہ آپ پیروی۔ ایک مسلمان سچا مسلمان اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ وہ زندگی کے تمام جزئی معاملات اور وقتی حوادث میں اسلامی نقطۂ نظر اور اسلامی طریقہ اختیار کرے۔ جو مسلمان کسی مرحلہ و عمل میں اسلامی پہلو چھوڑ کر غیر اسلامی پہلو اختیار کرتا ہے اور یہ عذر پیش کرتا ہے کہ اس مرحلہ اور اس عمل میں تو مجھے غیر اسلامی طریقہ ہی پر کام کرنا ہے بعد میں جب حالات سازگار ہو جائیں گے تو مسلمان بن کر کام کرنے لگوں گا، وہ دراصل یہ اعلان کرتا ہے کہ اسلام کو وہ بجائے خود کوئی دین اور نظام زندگی ہی نہیں سمجھتا جو زندگی کے ہر حال اور زمانے کی ہر گردش پر یکساں حاوی ہو سکتا ہو، یا پھر اس کا ذہن اسلام کے سانچے میں پوری طرح نہیں ڈھلا ہے جس کی وجہ سے اس میں یہ صلاحیت نہیں ہے کہ اسلام کے کلیات کو جزئی حوادث پر منطبق کرے اور یہ سمجھے کہ مختلف احوال میں مسلمان ہونے کی حیثیت سے اس کی پالیسی کیا ہونی چاہیے۔

اب ہم مزید کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتے بلکہ آخر میں مودودی صاحب کی اس تحریر کو پیش کرتے ہیں جو ۱۲ فروری ۱۹۸۲ء کے ایشیا میں سرورق پر شائع ہوئی ہے۔

آدمی کے اندر اپنے عقیدے سے خلوص کم اور منافقت بڑھتی چلی جائے تو یہ چیز بالآخر اسے تباہ کر کے چھوڑتی ہے۔ اس لیے آپ کو اپنے اندر یہ خصوصیت پیدا کرنی چاہیے کہ آپ کے عقیدے اور عمل میں کوئی تضاد نہ ہو۔ • سید ابوالاعلیٰ مودودی

اب بھی اگر کوئی ہم سے ناراض ہوتا ہے تو اس کے لئے بھی ہم مودودی صاحب ہی کے وہ الفاظ دہرائیں گے جو انہوں نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب "سیاسی کشمکش" حصہ سوم کے مقدمہ میں کہے تھے۔

> خدا گواہ ہے کہ مجھے کسی شخصیت یا کسی پارٹی سے کوئی ذاتی عداوت نہیں ہے۔ میں صرف حق کا دوست اور باطل کا دشمن ہوں۔ جس چیز کو میں نے حق کہا ہے اس کے حق ہونے کی دلیل بیان کر دی ہے اور جسے باطل کہا ہے اس کے بطلان پر بھی دلائل بیان کر دیے ہیں۔ اگر کوئی شخص مجھ سے اختلاف رکھتا ہو اور وہ دلیل سے میری رائے کی غلطی واضح کر دے تو میں اپنی رائے واپس لے سکتا ہوں۔ رہے وہ حضرات جو صرف یہ دیکھ کر کہ ان کی پارٹی یا ان کی محبوب شخصیتوں کے خلاف کہا گیا ہے غضبناک ہو جاتے ہیں اور بحث اس سے نہیں کرتے کہ جو کچھ کہا گیا ہے وہ حق ہے یا باطل، تو ایسے لوگوں کے غیظ و غضب کی مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ میں نہ ان کی گالیوں کا جواب دوں گا اور نہ اپنے طریقے سے ہٹوں گا۔ ابوالاعلیٰ

مقدمہ طبع اول

بقیہ: کھلا خط ص [illegible] سے آگے

بھی مر جاتے تو وہاں اس کی قبر بنتی ہے، سمندر میں ڈوب جاتے تو اس کی قبر سمندر ہو گا۔ آگ میں جلنے والی کی قبر وہاں بن گئی، زمین میں دفن ہونے والی کی قبر زمین میں بن گئی۔ ثابت ہوا کہ انسان کے مر جانے کے بعد قیامت تک کی زندگی قبر کہلاتی ہے برزخ کی زندگی ہے اور جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے زندہ بندوں کے آگے ہیں رکھنے ہیں آپ نے اپنی کتاب میں طنزیہ لکھا ہے کہ ڈاکٹر عثمانی صاحب عقل کے گھوڑے دوڑاتے ہیں تو حضرت! اللہ تعالیٰ نے خود اپنی کتاب اس بات سے بھری ہے کہ میری آیتوں پر ایمان لانے والے وہ لوگ ہیں جو عقل رکھتے ہیں فکر اور غور کرتے ہیں اور علم والے ہیں اور ایسے لوگوں کو سمجھانے کے لئے مالک نے اپنی مخلوقات سورج، چاند، آسمان، زمین، انسان، حیوان، چرند، پرند، نباتات، سمندر، اور یہاں تک مکھی، مچھر اور چیونٹی کی مثالیں بیان کی ہیں یہ مثالیں عقل کے گھوڑے دوڑانے والوں کے لئے ہی تو ہیں

باقی ص ۱۲ پر

بقیہ نذر و نیاز صفحہ ۸ سے آگے۔

اس بات سے یہ ظاہر ہونے لگتا ہے کہ ان کے نزدیک اللہ کی اس عطا میں فلاں فلاں حضرات کی نظر کرم کو بھی دخل ہے بلکہ اللہ تعالیٰ یہ کرم ہی نہ کرتا اگر وہ اللہ کو اس پر آمادہ نہ کرتے۔

وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هَٰذَا لِلَّهِ بِزَعْمِهِمْ وَهَٰذَا لِشُرَكَائِنَا ۖ فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللَّهِ ۖ وَمَا كَانَ لِلَّهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلَىٰ شُرَكَائِهِمْ ۗ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ.

اسی طرح سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۳۶ میں فرمایا۔ "ان لوگوں نے اللہ کے لئے خود اسی کی پیدا کی ہوئی کھیتیوں اور مویشیوں میں سے ایک حصہ مقرر کیا ہے اور کہتے ہیں۔ یہ اللہ کے لئے ہے۔ بزعم خود۔ اور یہ ہمارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں کے لئے۔ پھر جو حصہ ان کے ٹھہرائے ہوئے شریکوں کے لئے ہے وہ تو اللہ کو نہیں پہنچتا مگر جو اللہ کے لئے ہے وہ ان کے شریکوں کو پہنچ جاتا ہے کیسے برے فیصلے کرتے ہیں یہ لوگ"۔

یہاں پر ایک نکتہ کی وضاحت ضروری ہے وہ یہ کہ دو الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ ایک کسی چیز یا جانور کو غیر اللہ کے لئے نامزد کرنا، منسوب کرنا اور دوسرے کسی چیز کو غیر اللہ کے نام پر دینا یا کسی جانور کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا یا اس نیت سے اللہ کا نام لیکر ذبح کرنا۔ پہلی صورت میں یعنی جس چیز یا جانور کو غیر اللہ کے لئے نامزد کر دیا گیا ہو اس کے متعلق یہ ہے کہ وہ چیز جب تک غیر اللہ کے نام پر نہ دی گئی ہو یا ایسا جانور جب تک ذبح کر دیا گیا ہو۔ (غیر اللہ کے نام پر یا اس نیت سے) اس وقت تک اس چیز کا استعمال یا جانور کا گوشت حرام نہیں ہوتا۔ مثلاً کسی جانور یا چیز کو غیر اللہ کے نام سے رکھ دیا گیا۔ بعد میں نیت بدل گئی تو اس کو غیر اللہ کی نذر نہیں کیا جائے گا یا چور چوری کر کے لے گئے اور منڈی میں فروخت کر دیا تو اس چیز کا استعمال یا جانور کا گوشت حلال ہے۔ کیونکہ صحیح احادیث سے اس کی تائید ملتی ہے مثلاً ایک دفعہ مسلمانوں نے مشرکوں کے چند جانور جو کہ بتوں کے نام پر چھوڑے گئے تھے پکڑ لئے۔ ان کے متعلق جب نبی صلعم سے دریافت کیا گیا تو آپ نے ان کو اللہ کا نام لیکر ذبح کر کے کھانے کی اجازت فرمائی۔
یہی معاملہ کسی دوسری کھانے کی چیز کے سلسلے میں ہوگا۔

جس طرح مشرکین مکہ میں مختلف قسم کی مشرکانہ رسمیں پائی جاتی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو حرام قرار دیا ہے۔ مثلاً مشرکین مکہ جنگل یا سمندر کے سفر سے بخیریت واپسی پر غیر اللہ کے نام کی منت مانتے تھے۔ جس کا ذکر سورۂ انعام کی آیات ۶۳۔۶۴ میں آیا ہے۔

قُلْ مَنْ يُنَجِّيكُمْ مِنْ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُونَهُ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً لَئِنْ أَنْجَانَا مِنْ هَٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ۔ قُلِ اللَّهُ يُنَجِّيكُمْ مِنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ أَنْتُمْ تُشْرِكُونَ ۔

"اے محمد! ان سے پوچھو صحرا اور سمندر کی تاریکیوں میں کون تمہیں خطرات سے بچاتا ہے؟ کون ہے جس سے تم (مصیبت کے وقت) گڑگڑا کر اور چپکے چپکے دعائیں مانگتے ہو؟ کس سے کہتے ہو کہ اگر اس بلا سے تو نے ہم کو بچا لیا تو ہم ضرور شکر گزار ہوں گے۔؟ کہو اللہ تمہیں اس سے اور ہر تکلیف سے نجات دیتا ہے۔ پھر تم دوسروں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہو۔"

(الانعام ۶۳-۶۴)

اسی طرح ایک دوسری رسم یہ تھی کہ جانوروں کو غیر اللہ کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اس کی مختلف شکلیں ہوتی تھیں۔ مثلاً جو اونٹنی پانچ دفعہ بچے جن چکی ہو اور آخری بار اس کے ہاں نر بچہ ہوا ہو۔ اس کا کان چھید کر اسے آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا۔ اس کو بحیرہ کہتے تھے۔ اس پر کوئی سوار ہوتا نہ اس کا دودھ پیا جاتا نہ ذبح کیا جاتا اور نہ اس کا اون اتارا جاتا۔ اس کو حق تھا جس کھیت سے چاہے چرے اور جس گھاٹ سے چاہے پانی پیے۔

سائبہ اس اونٹ یا اونٹنی کو کہتے تھے۔ جسے کسی منت کے پورا ہونے یا کسی بیماری سے شفا پانے یا کسی خطرے سے بچ جانے پر بطور شکرانہ کے پن کر دیا گیا ہو۔ نیز جس اونٹنی نے دس مرتبہ بچے دیئے ہوں اور ہر بار مادہ جنتی ہو اسے بھی آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا۔

اگر بکری کا پہلا بچہ نر ہوتا تو وہ خداؤں کے نام پر ذبح کر دیا جاتا۔ اگر وہ پہلی بار مادہ جنتی تو اسے اپنے لئے رکھ لیا جاتا لیکن اگر وہ نر اور مادہ ایک ساتھ جنتی تو نر کو ذبح کرنے کے بجائے یونہی خداؤں کے نام چھوڑ دیا جاتا ہے اور اس کا نام وصیلہ رکھا جاتا۔

اسی طرح اگر کسی اونٹ کا پوتا سواری دینے کے قابل ہو جاتا تو اس بوڑھے اونٹ کو آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا۔ اس کو حام کہا جاتا تھا۔ نیز اگر کسی اونٹ کے نطفہ سے دس بچے پیدا ہو جاتے تو اسے بھی آزادی مل جاتی۔

آج بالکل اسی طرز پر ہمارے ہاں بھی خشکی کے سفر کے لئے امام ضامن باندھنے اور سمندر یا دریا کے سفر کے لئے خواجہ خضر کی منت ماننے کی مشرکانہ رسوم و رواج پذیر ہیں اسی طرح جانوروں اور دوسری چیزوں کو غیر اللہ کے نام پر مخصوص کر کے رکھا جاتا ہے۔ بکروں کو بطور نذرانے کے دے دیا جاتا ہے۔ اللہ کے گھر خانہ کعبہ کی طرح دوسرے گھروں اور مزاروں کے پھیرے ہیں عرس اور

باقی صفحہ ۱۴ پر

بقیہ صفحہ ۱۷ سے آگے

محمد سرفراز صاحب کا حوالہ دیا ہے اور لکھا ہے کہ حیات فی القبر میں بدن عنصری کو نہ خوراک و لباس کی ضرورت ہے اور نہ ظاہری طور پر حس و حرکت اور جنبش کرتا ہے لیکن آپ کے ایک دوست محمد اکرم عتیق اپنی کتاب "محاسبہ" کے صفحہ نمبر ۲۵ پر لکھتے ہیں کہ ابو جہل قبر سے باہر نکلا اور پانی مانگنے لگا اور پھر صفحہ ۲۶ پر لکھتے ہیں کہ قبر سے پیشاب ارے پیشاب کیا ہے، مشکیزہ ارے مشکیزہ کیا ہے، کی آوازیں آتی تھیں اور اسی طرح بہت سے الف لیلائی واقعات لکھے ہیں اور ان محترم اکرم عتیق صاحب کا شکریہ بھی آپ نے اپنی کتاب "الدین الخالص" کے صفحہ ۱۲ پر ادا کیا ہے لہٰذا آپ کی بات بھی ہے کہ مردہ حرکت کرتا ہے اور نہ پانی مانگتا ہے یا کہ آپ کے دوست عتیق صاحب کی بات بھی ہے کہ ابو جہل قبر سے نکل کر پانی مانگنے لگا فیصلہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کی عدالت پر چھوڑتا ہوں کہ آپ دونوں ہم پیشہ ہیں۔

دیانت داری اور جرأت سے پر نمازیں پڑھنے والے!! اب اگر یہی بات عثمانی صاحب کہتے ہیں کہ مردہ قیامت تک نہ بولتا ہے اور نہ حرکت کرتا ہے تو آپ لوگوں کو آگ لگ جاتی ہے اور ان کی صحیح بات کو غلط اور اپنی باطل بات کو حق ثابت کرنے کے لیے قرآنی آیات اور صحیح احادیث کا غلط مفہوم پیش کرتے ہیں آپ نے اپنی کتاب "الدین الخالص" میں جگہ جگہ سونے والوں کی مثال پیش کی ہے کہ سونے والے کو خواب کی حالت میں بھی راحت یا تکلیف ہوتی ہے لیکن قریب بیٹھے ہوئے شخص کو اس کا ادراک نہیں ہوتا۔ تو بھائی آپ اپنی مثالوں سے حقیقت کو سمجھ سکتے ہیں بشرطیکہ آپ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہوں۔

۱۔ نیند والے کو اگر خواب میں کوئی موذی چیز کاٹ لے یا اسے کوئی چوٹ آ جائے تو نیند سے بیدار ہونے کے بعد اس کے جسم پر کوئی نشان وغیرہ نہیں ہوتا اس سے ظاہر ہوا کہ یہ تکلیف اس کے سوئے (مردہ) ہوئے جسم کو نہیں ملی بلکہ روح کو پہنچی۔

۲۔ صحیح معنوں میں سویا ہوا انسان نہ تو کسی کی چاپ سنتا اور نہ کسی کی بات سنتا ہے اور نہ ہی اپنے قریب بیٹھے ہوئے لوگوں کو دیکھ سکتا ہے بشرطیکہ وہ مکمل خوابیدہ ہو نیم خوابیدہ نہ ہو یا آپ کی طرح حماقتوں سے قصداً آنکھیں نہ بند کی ہوں اب آپ ہی یہ مشاہدہ کریں تو آپ پر حقیقت ظاہر ہو جائے گی آپ اس نیند والی مثال کو قرآن سے ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ مرنے کے وقت لوگوں کے نفس کو قبض کرتا ہے اور جو مرے نہیں (ان کی بھی) نیند کی حالت میں قبض کر لیتا ہے پھر جن پر موت کا حکم کر چکتا ہے ان کو روک لیتا ہے اور باقی کو ایک وقت مقررہ تک چھوڑ دیتا ہے اور اس میں فکر کرنے اور عقل کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔"

بھائی اس آیت سے تو اور بھی یہ مسئلہ صاف ہو جاتا ہے کہ نیند والوں اور مُردوں دونوں کے نفس اللہ تعالیٰ قبض کر لیتا ہے لیکن نیند والوں کا نفس دوبارہ لوٹا دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ دوبارہ چلنے پھرنے لگتا ہے اور مرے ہوئے کا نفس روک لیتا ہے جس کی وجہ سے وہ کبھی بھی قیامت تک کے لیے نہیں اٹھ سکتا کیونکہ اس کا نفس مالک نے روک لیا ہے اب کسی پیر میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں سے نفسوں کا تھیلا چھین لے۔ لا مبدل لکلماتہ (القرآن)

آپ نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۰ پر معلوم نہیں کس ترنگ میں آ کر یہ آیت بھی پیش کر دی ہے جو کہ قبر میں زندہ ماننے والوں کے خلاف ہے۔

الفجر ۳۰ ترجمہ: "اے اطمینان پانے والی روح تو اپنے رب کی طرف لوٹ چل اس طرح کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے خوش۔ بس میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا، اور میری جنت میں داخل ہو جا۔" اور پھر آپ خود لکھتے ہیں کہ یہ خطاب موت کے وقت روح سے کیا جاتا ہے اب قرآن سے تو یہ بات بالکل صاف طریقے سے ثابت ہوئی کہ روح انسانی جسم سے نکلنے کے بعد دوبارہ نہیں لوٹتی بلکہ پروردگار کے یہاں جنت یا جہنم میں ہوتی ہے اس ارضی قبر میں نہیں ہوتی جس کا اقرار آپ نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۱ میں بھی کیا ہے۔ آپ نے کتاب "الدین الخالص" میں لکھا ہے کہ "ایمان ہو تو ابوبکر صدیقؓ اور عمرؓ جیسا" یہی تو ہم کہتے ہیں کہ ان جیسا ایمان لے آؤ "اہل سنت والجماعت" کا عقیدہ نہ بناؤ۔ ابوبکر صدیقؓ کا اعلان ہے مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ۔

اور پھر اس بات کی دلیل قرآن سے دیتے ہیں۔ انک میت وانھم میتون (الزمر)
ترجمہ: آپ کو بھی موت آئے گی۔ اور سب مرنے والے ہیں۔

ترجمہ: "محمد اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزرے ہیں پس اگر یہ مر جائیں یا شہید کر دیے جائیں تو تم الٹے پیروں پھر جاؤ گے اور جو الٹے پیروں پھر جائے وہ اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکے گا اللہ تعالیٰ اپنے شکر گزار بندوں کو جزا دے کے رہے گا۔" (آل عمران)

اب عمرؓ کا ایمان دیکھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض کی سختی بڑھتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کاغذ لے آؤ کہ تمہارے لئے نصیحت لکھ دوں تو

ف: یاد رہے کہ اس خطبے کے دوران چاپ والی حدیث کے راوی انسؓ خطبہ بدر والی حدیث کے راوی عبداللہ بن عمرؓ اور دو قبروں پر ہری ٹہنیوں والی حدیث کے راوی عبداللہ بن عباسؓ اور عمرو بن العاصؓ موجود تھے خطبے سے پہلے یہ مسئلہ خلافی تھا لیکن خطبے کے بعد پھر یہ مسئلہ اختلافی نہ رہا اور ان راویوں میں سے کوئی بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کی قبر پر حاضر ہونے نہیں گیا۔

عمرؓ اس وقت یہ اعلان کرتے ہیں حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ۔

آپ نے اپنی بات ثابت کرنے کے لئے کتاب اللہ کو سنت رسول کا نام دیا ہے اگر ایسی بات ہوتی تو عمرؓ خود سمجھتے اور کاغذ نہ آنے دیتے اگر حدیث سے مراد سنت رسول ہوتی۔ اور آپ نے جو قبر پرستی کے دلائل لکھے ہیں تو بھائی یہ مرض دینے کے دلائل نہیں بلکہ یہ تو تعمیم، امہات اور پیر کے دن تک کے احکامات ہیں اس مرض کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم چار دن تک ہوش میں تھے اس کتاب میں آپ نے اللہ تعالیٰ پر یہ بہتان باندھا ہے کہ ایک مسلمان کو پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنے کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے عذاب میں مبتلا کر دیا (بخاری) اور ف اور سعد بن معاذؓ کو پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنے کی وجہ سے ایک مرتبہ زمین نے دبایا اور پھر چھوڑ دیا۔ الدین الخالص ص ۱۵۔

نعوذ باللہ آپ کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی بے انصافی اور ظلم ہوتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تفصیلی روایت جسے صحیح بخاری نے بیان کیا ہے آپ نے اسے بے پروائی سے جھٹلایا ہے اور لکھا ہے کہ یہ خواب کا واقعہ ہے عثمانی صاحب تو پیغمبر کے خواب اور بیداری میں فرق نہیں سمجھتے۔

اے بھائی تمام مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ پیغمبر کی بیداری اور خواب ایک جیسے ہوتے ہیں دیکھا آپ نے اپنی کم علمی کی وجہ سے اللہ پر بہتان باندھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا۔ سچ بات تو یہ ہے کہ آج اللہ کے ان بندوں نے دنیا کے تمام باطل فرقوں، مسلکوں اور مذہبوں کو کیسے اکٹھا ہے اور ایک جگہ جمع ہونے پر مجبور کر دیا ہے کیونکہ "اَلْکُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ"۔ اس سے پہلے جو فرقے ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگاتے تھے آج وہ تمام اللہ کے ان بندوں کے مقابلے میں شیر و شکر نظر آتے ہیں اور داد دینی پڑتی ہے اس بوڑھے انسان کو کہ دنیا جہاں کے فرقے پیر، استاد، و شاگرد ان کی کتابوں کو کھنگالنے کے درپے ہیں اور تلاش بسیار کے بعد اگر ایک آدھ غلطی مل جاتی ہے تو مارے خوشی کے پھولے نہیں سماتے اور پھر یہ ڈاکٹر صاحب کی غلطی پکڑی ہے جیسے آپ نے ایک تھیم منتیسے پر و فیسر کمال تے ڈاکٹر صاحب کی کتاب کے ایک لفظ "متکلم"، "متکلم" پر بہت شور مچایا۔ (جو نہ قرآن کا لفظ ہے اور نہ حدیث کا) بھائی ڈاکٹر عثمانی بھی تو آخر انسان ہے اگر ایک انسان کی لکھی ہوئی کتاب کے پیچھے پوری دنیا پڑ جائے اور بڑی جستجو اور تلاش بسیار کے بعد اگر ایک لفظ نکل آئے یہ کوئی کمال کی بات تو نہیں تمہارے امام مشہوروں سے لکھی ہوئی کتابیں غلطیوں سے بھری ہوتی ہیں۔

آپ نے روح لوٹائے جانے والی بات کو احادیث سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جو درج ذیل ہیں

۱ سب سے مشہور روایت جو آپ نے اپنی کتاب الدین الخالص ص ۱۳۳ پر لکھی ہے کہ مومن کی روح کو آسمانوں سے دوبارہ زمین کی طرف لوٹا دی جاتی ہے اور کافر کی روح کو آسمانوں سے پھینک دی جاتی ہے پھر اس کی روح کو اس کے بدن میں لوٹا دی جاتی ہے یاد رہے کہ اس مشہور حدیث میں ارضی قبر کا ذکر نہیں ہے جس کو ثابت کرنے کے لئے آپ نے پونے دو سو صفحے کی کتاب لکھ ماری۔ (۲) ص ۱۳۹ "الدین الخالص" پر دوسری حدیث ہے جس میں اس روح کو نیچے لاتے ہیں اسی اثنا میں لوگ میت کے غسل اور کفن سے فارغ ہو چکے ہیں پس فرشتے اس روح کو مردے اور کفن کے درمیان داخل کر دیتے ہیں"

پہلی حدیث میں روح بدن میں لوٹا دینے کی بات ہے اور دوسری میں کفن اور مردے کے درمیان رکھ دینے کی دلیل ہے اور پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ میت کو غسل اور کفن پہنایا گیا ہو وہ ہسپتال کے مردہ خانے میں بھی ہو سکتا ہے اور میڈیکل کالج کی لیبارٹری میں بھی رکھا جا سکتا ہے۔ اسے جلایا بھی جا سکتا ہے اور سمندر میں بھی پھینکا جا سکتا ہے وہ جنگل میں کسی درندے کی خوراک بھی بن سکتا ہے اور ویران و بیابان مقام پر کسی کے ہاتھوں قتل ہو کر گل سڑ بھی سکتا ہے اور یہ تمام واقعات اکثر ہمارے سامنے ہوتے ہیں۔ اسی طرح تیسری حدیث الدین الخالص ص ۱۳۵ "یہاں تک کہ مردے کو اس کی قبر میں داخل کیا جاتا ہے اور اس کی روح اس کے جسم کی طرف لوٹائی جاتی ہے"

مزید لکھتے ہیں کہ پس ثابت ہوا کہ دفن میت کے بعد اس کی روح سوال و جواب کے لئے مردہ کی طرف لوٹائی جاتی ہے اہل سنت والجماعت میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جو اعادہ روح کا قائل نہ ہو ص ۱۳۹۔ بھائی اہل سنت والجماعت تو امیر المسلمین یزید کو بھی ظالم اور دوزخی سمجھتے ہیں اور یہی لوگ نبی کو اپنی قبر میں زندہ مانتے ہیں اور درود پیش ہوتا ہے اعمال پیش ہوتے ہیں نزدیک و دور سے سنتے ہیں کیا اہل سنت والجماعت بھی نہیں قرآن و حدیث کی کریں۔ اگر مردہ دفن نہیں کیا گیا جس طرح آج کل ہزاروں واقعات ہوتے ہیں تو وہ کیا سوال و جواب سے بچ گیا یا اگر مردہ دفن نہ ہوا تو کیا وہ عذاب قبر سے بچ گیا کیونکہ بات عذاب قبر کی ہو رہی ہے اور اگر ملبہ پانی میں اسے عذاب دیا جائے گا تو وہ بقول آپ کے عذاب قبر نہیں ہوگا عذاب سمندر یا عذاب جنگل ہوگا۔

کیونکہ آپ تو صرف اس گڑھے میں عذاب فرماتے ہیں بات آپ کی آپ کے سلف صالحین، استادوں یا دوستوں کی نہیں بلکہ ایک مالک کی بھی بات ہے ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ (پھر اسے موت دیتا اور قبر دیتا ہوں) (یس، انسان جہاں)

ف ۳ :۔ اگر سعد بن معاذ کا یہ حال ہے کہ وہ پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتے تھے ان کی موت پر عرش الٰہی جنبش کرتا ہے (بخاری) تو پھر باقی صحابہ کرام تو ان سے بھی زیادہ عجیب تھے۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ "اللہ تعالیٰ پاکباز لوگوں کو پسند کرتا ہے"

باقی صفحہ ۳۷ پر

ساقی جاوید بی اے

مرقد پرستی!



یہ سلگتی تربتیں یہ آستانے یہ مزار!
یہ چڑھاوے، یہ مجاور، اور نکھٹو خدمت گزار
کفر کا اٹھتا دھواں، الحاد کا اڑتا غبار
زہد کے نیلام گھر، تقدیس کے جلتے دیار

مرقدوں پر سجدہ ریز اندھے پجاری الاماں
قبر کے مردوں کی یہ پروردگاری الاماں

عصمتوں کی منڈیوں کے بیوپاری دہر میں
سینکڑوں "نیکوں" کی یہ تحویلداری دہر میں
آج بھی الحاد کے سکے ہیں جاری دہر میں
آدمی کا دل ہے ظلمت کی پٹاری دہر میں

مرنے والوں سے مرادیں مانگنے آتے ہیں لوگ
کس عقیدت سے جہنم کی طرف جاتے ہیں لوگ

پھر زمانہ ایک زنجیرِ کہن دیتا ہوا
وقت پینے کے لیے خونِ چمن دیتا ہوا
آدمی کو پھر بلا ہل اہرمن دیتا ہوا
کعبۂ تقدیس کو خونیں کفن دیتا ہوا

رکھنے والوں نے ادا اک یاد رکھی کفر کی
"پیر و مرشد" نے بھی اک بنیاد رکھی کفر کی

سینکڑوں مدفن ہزاروں تعزیے پوجے گئے
جانے کتنی خانقاہوں کے دیئے پوجے گئے
جانے کتنی "چادروں" کے حاشیے پوجے گئے
کتنے "پنجے" خیر و برکت کیلئے پوجے گئے

خیر و برکت کا صحیفہ طاق میں رکھا رہا
نقشِ ہستی پردۂ اوراق میں رکھا رہا

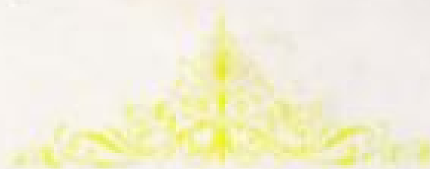
ہر لحد اک وقت کا ناسور ہے کس سے کہیں
شیشۂ تقدیس چکنا چور ہے کس سے کہیں
دل یہاں خود اک صلیبِ نور ہے کس سے کہیں
کن اندھیروں میں سحر محصور ہے کس سے کہیں

کون سازِ وقت کی آواز سنتا ہے یہاں
آدمی کا ذہن انگارے ہی چنتا ہے یہاں

رہروانِ حق مگر کچھ آج بھی بیدار ہیں
کچھ اجالے رات سے آمادۂ پیکار ہیں
پھر افق پر کچھ نمودِ صبح کے آثار ہیں!
دھوپ کی رونق ہے اور بام و در و دیوار میں

پھر چراغِ زیست کی ہم لو بڑھاتے ہیں یہاں
انجم و مہتاب بن کر جگمگاتے ہیں یہاں

تا کجے یہ دل لگی توحید سے اسلام سے
صبح کی تم کو امیدیں ہیں غروبِ شام سے

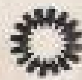


اگر آپ کسی اجتماعیت کو تباہ کرنا چاہتے ہیں!

تو

- ان کے اجتماعات میں شریک ہونے سے گریز کیجیے۔ مختلف مصروفیات کی آڑ لے کر شرکت سے بچنے کے بہانے تراشیے۔
- اگر کسی اجتماع میں شرکت کرنی ہی پڑ جائے تو دیر سے پہنچنے کی کوشش کیجیے۔
- اگر آپ کو کسی وجہ سے درس اور اجتماع کی بروقت اطلاع نہ دی جا سکے تو ذمہ دار حضرات کو سخت سست کہیے، لاپرواہ اور غیر ذمہ دار ٹھہرایئے۔
- اجتماعات کے اندر ذمہ دار افراد پر کھلے عام کڑی تنقید اور نکتہ چینی کیجیے، انتظامات پر ناپسندیدگی کا اظہار کرنا نہ بھولیے۔
- بھول کر بھی کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہ کیجیے، کسی قسم کا کوئی کام ہرگز نہ کیجیے، ہاں کام کرنے والوں پر تنقید ضرور کیجیے۔
- اگر آپ سے کسی مسئلہ پر رائے لی جائے تو ہمیشہ اپنا نقطۂ نظر پیش کرنے سے گریز کیجیے اور بعد میں لوگوں سے یہ ضرور کہیے کہ اس کام کو یوں ہونا چاہیے تھا۔ یوں نہیں۔
- اول تو مالی اعانت کبھی نہ کیجیے اور اگر مجبوراً کرنی ہی پڑ جائے تو کم سے کم دیجیے۔ مگر سہولتیں اور آسانیاں زیادہ سے زیادہ حاصل کیجیے۔
- دوسرے کی ذات پر تنقید کا سنہری موقع کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیجیے، ہمیشہ دوسروں پر کیچڑ اچھالنے کی تاک میں لگے رہیے۔
- ذاتی مفاد کو ہمیشہ اجتماعی مفاد پر ترجیح دیجیے۔

ان نہایت ہی سادہ اور زرّیں اصولوں پر عمل کر دیکھیے، ان شاء اللہ آپ کم سے کم وقت میں کسی بھی منظم تحریک کے تار و پود نہایت آسانی سے بکھیر کر رکھ دیں گے۔ !



اور

اگر آپ کسی اجتماعیت کے ساتھ مخلص ہیں، اس کو روز بروز ترقی کرتے اور منظم ہوتے دیکھنا چاہتے ہیں تو للہ ان اصولوں میں سے کسی ایک کو بھی اپنے پاس نہ پھٹکنے دیجیے۔

مرسلہ: خالد بن محمد کراچی